وراثت و وصیّت

کے شرعی احکام

اِس کتاب میں وراثت اور وصیّت کے ضروری احکام و مسائل کو ترتیب و تسہیل کے ساتھ آسان اُسلوب میں جمع کیا گیا ہے۔ عوام و خواص سب ہی کیلئے مُفید ہے، بالخصوص سراجی پڑھنے والے طلباء کرام کیلئے سراجی کا خلاصہ سمجھنے اور اُسے حل کرنے کیلئے یہ کتاب اِن شاء اللہ بہت کارآمد ثابت ہو گی۔

مفتی محمد سلمان زاہد

فاضل جامعہ دار العلوم کراچی۔ اُستاذ جامعہ انوار العلوم شادباغ ملیر

مکتبہ اُمِّ احسن کراچی

جامعہ انوار العلوم شادباغ ملیر کراچی

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

نام کتاب	☜	وراثت و وصیّت کے شرعی احکام
تالیف	☜	مفتی محمد سلمان زاہد
طبع اول	☜	جون 2017ء بمطابق رمضان المبارک ۱۴۳۸ھ
کمپوزنگ	☜	اَبو محمد: 03333858577
ای میل	☜	salman.jduk@gmail.com
ناشر و مقامِ اِشاعت	☜	جامعہ انوار العلوم شادباغ ملیر کراچی

ملنے کا پتہ

مکتبہ اُمِّ احسن

☎ 03132020645 – 03333858577

فہرست مَضامین

حرفِ آغاز 12

پہلا باب: علم الفرائض کے مَبادیات

لفظ"فرائض"کالغوی اور اِصطلاحی معنی 14
علم الفرائض کی تعریف 14
پہلی تعریف 14
دوسری تعریف 15
تیسری تعریف 15
علم الفرائض کا موضوع 15
علم الفرائض کی غرض و غایہ 16
علم الفرائض کے ارکان 16
علم الفرائض کی شرائط 16
(1)مورِث کا مرنا 16
(2)وارث کا ہونا 17
(3)سببِ وراثت کا علم ہونا 18
علم الفرائض کے اصول و مآخذ 18
علم الفرائض کی وجہ تسمیہ 19
علم الفرائض کی اہمیت پر مشتمل احادیثِ طیّبہ 19

" تَعَلَّمُوا الفَرَائِضَ "کا مطلب 22
علم الفرائض کے " نِصفُ العِلْمِ " ہونے کا مطلب 22
وراثت کے اسباب 23

دوسرا باب :ترکہ سے متعلّق چار حقوق

●—پہلا حق تجہیز و تکفین 25
تجہیز و تکفین میں کیا کیا چیزیں داخل ہیں ؟ 26
تجہیز و تکفین میں کیا کیا چیزیں داخل نہیں ؟ 26
تجہیز و تکفین میں خرچہ کس نوعیت کا ہو گا ؟ 26
کفن میں اِسراف و بخل کی مُمانعت اور اُس کی صورتیں 27
تجہیز و تکفین کا خرچہ کس کے اوپر ہے ؟ 28
●—دوسرا حق دَین کی ادائیگی 28
قرض کی ادائیگی کی اہمیت: 28
میّت کے دیون کی اقسام 33
پہلی قسم:حقوق اللہ سے متعلّق دُیون 33
حقوق اللہ سے متعلّق دُیون کا حکم 34
دوسری قسم:حقوق العباد سے متعلّق دُیون 34
حقوق العباد سے متعلّق دُیون کا حکم 35
●—تیسرا حق وصیت کا نفاذ 37
وصیّت کے ضروری اُمور 37
(1)وصیت جائز کام کی ہو 37

(2)وصیّت ثلث یا ثلث سے کم کم مال میں ہو 37
(3)وارِث کیلئے وصیّت نہ ہو 38
●—چوتھا حق ترکہ کی تقسیم 39
میراث کے دَس بالترتیب مستحقین 39

تیسرا باب:وراثت سے محرومی کے اَسباب

(1)پہلا مانع رقّ 40
(2)دوسرا مانع قتل 40
قتل کی غیر مانع صورتیں 41
(3)تیسرا مانع اختلافِ دِین 41
کافر اور مسلمان کے درمیان وراثت 41
مسلمان اور مُرتَد کے درمیان وراثت 42
(4)چوتھا اختلافِ دارَین 42
اختلافِ دار کی صورتیں 42
اختلافِ دارین کا تحقق 43

چوتھا باب:ذوی الفروض(اَصحابِ حصص)کے احوال

ذوی الفروض کی تعریف 44
ذوی الفروض کی تعداد 44
ذوی الفروض کے احوال 45
احوال الاَب(والد کے احوال) 45
احوال الجدّ الصحیح(دادا کے احوال) 46

احوال الاِخوۃ لاُمّ(خیفی یعنی ماں شریک بھائی بہنوں کے احوال)............... 47
احوال الزّوج(شوہر کے احوال).. 48
احوال الزّوجہ (بیوی کے احوال).. 48
احوال البنات الصلبیہ(حقیقی بیٹیوں کے احوال)............................ 49
احوال بنات الاِبن(پوتیوں کے احوال) 50
احوال الاَخوات لاَب و اُمّ(حقیقی بہنوں کے احوال) 51
احوال الاَخوات لاَب(علّاتی بہنوں کے احوال)................................ 52
احوال الاُمّ(ماں کے احوال) 54
احوال الجدّۃ الصحیحۃ(جدّہ صحیحہ کے احوال) 55

پانچواں باب:عصبات

عصبات کی لُغوی اور اِصطلاحی تعریف 56
عصبہ کی اقسام 56
عصبہ نسبیہ 57
عصبہ بنفسہٖ 57
عصبہ بالغیر.. 57
عصبہ مع الغیر 58
عصبات میں ترجیح کے طریقے 58
●—ترجیح بالجہۃ 59
●—ترجیح بالقرب... 60
●—ترجیح بالقوّۃ 60

عصبہ سببیہ 60
عصبہ سببیہ کی توریث کے قواعد.. 61

چھٹاباب: علم الفرائض کے عملی قواعد

مخرج یا مسئلہ بنانے کے قواعد.. 62
پہلا قاعدہ.. 62
دوسرا قاعدہ 63
تیسرا قاعدہ 63
چوتھا قاعدہ 63
عَول کی تعریف اور اُس کے قواعد 64
عَول کی تعریف 64
عَولیہ مسئلہ کو حل کرنے کا طریقہ 64
عَول کے قواعد 65
پہلا قاعدہ: چار مخارج کا عَول کبھی نہیں آتا.. 65
دوسرا قاعدہ: چھ کا عَول دس تک وتراً اور شفعاً آتا ہے 65
تیسرا قاعدہ: بارہ کا عَول سترہ تک صرف وتراً آتا ہے 66
چوتھا قاعدہ: چوبیس کا عَول صرف ستائیس آتا ہے.. 66
24 کے عَول میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ اور جمہور کا اختلاف 66
اَعداد کے درمیان نسبت کے قواعد.. 67
تماثل.. 67
تداخل.. 67

توافق 68

تباین 68

تصحیح کے قواعد 68

تصحیح کا لغوی اور اِصطلاحی معنی 68

عملِ تصحیح کا تعارف اور اُس کی ضرورت 69

تصحیح کی اَقسام اور اُن کے قواعد 69

(1) تصحیح قسمِ اوّل اور اُس کا قاعدہ 70

"للذکر مثل حظ الاُنثیین" کے طائفہ مشترکہ کا طریقہ کار 71

(2) تصحیح قسمِ ثانی اور اُس کا قاعدہ 72

ردّ علی ذوی الفروض کے قواعد 74

ردّ کا لغوی اور اِصطلاحی معنی 74

ردّ کے قواعد کا محل اور اُس کا اِجراء 74

ردّ کے قواعد 75

ردّ کا پہلا قاعدہ 75

ردّ کا دوسرا قاعدہ 75

ردّ کا تیسرا قاعدہ: 76

دُیون اور قرضوں کی ادائیگی کا قاعدہ 78

تخارج کا مفہوم اور اُس کا قاعدہ 79

ترکہ کی تقسیم کا قاعدہ 80

فیصد نکالنے کا قاعدہ 80

ایسے چند افراد کی وراثت جبکہ اُن کی وفات میں تقدیم و تاخیر کا پتہ نہ ہو 80
مُناسخہ کا طریقہ کار 81

ساتواں باب: علم الفرائض سے متعلّق اختلافی مسائل

پہلا مسئلہ: مانعِ ارث کون سا قتل ہے ؟........................ 84
دوسرا مسئلہ: مسلمان اور کافر کے درمیان وراثت 85
تیسرا مسئلہ: مسلمان اور مرتد کے درمیان وراثت 86
چوتھا مسئلہ: کفار کا آپس میں ایک دوسرے کا وارث ہونا 87
پانچواں مسئلہ: میّت کے کون سے دُیون اداء کرنا واجب ہے ؟........................ 88
چھٹا مسئلہ: مقاسمۃ الجد 89
ائمہ ثلاثہ اور صاحبین کے مطابق مقاسمۃ الجد کے طریقے کی تفصیل 90
مقاسمۃ الجدّ کی پہلی صورت 90
مقاسمۃ الجدّ کی دوسری صورت 90
ساتواں مسئلہ: باپ کی موجودگی میں جدّہ کی میراث 91
آٹھواں مسئلہ: ذوی الارحام کی میراث 93
ذوی الارحام کی تعریف 93
ذوی الارحام کے وارث ہونے میں اختلاف 93
نواں مسئلہ: مولیٰ الموالات کی میراث 94
عقدِ موالات کی تعریف 94
عقدِ موالات کی اقسام 94
عقدِ موالات کی شرائط: 95

مولیٰ الموالات کی میراث میں ائمہ کرام کا اختلاف 95
دسواں مسئلہ:ردّ علی ذوی الفروض کا مسئلہ 96
گیارہواں مسئلہ: حمل کی وراثت 96
پہلا مسئلہ :مدّتِ حمل 96
دوسرا مسئلہ:حمل کی موجودگی میں ترکہ کی تقسیم 97
تیسرا مسئلہ:حمل کی کتنی تعداد کو مقدّر مانا جائے گا 98
بارہواں مسئلہ: خنثیٰ مشکل کی میراث 98
خنثیٰ مُشکل کی وراثت اور اُس کی صورتیں 99
پہلی صورت:جبکہ مرد یاعورت کا اعتبار کرنے میں کوئی فرق نہ ہو 99
دوسری صورت:جبکہ وجدان و حرمان کا فرق ہو 99
تیسری صورت: جبکہ ترکہ ملنے میں اقل و اکثر کا فرق ہو 100
وارثوں کا ایک ساتھ مَرنا 101

آٹھواں باب:وَصیّت کے احکام و مَسائل

وصیت کا معنی 102
وصیت کی تعریف 102
وصیت کرنے کا حکم 102
(1)واجب وصیّت 103
(2)مستحب وصیّت 103
(3)جائز وصیّت 105
(4)مکروہ اور ناجائزوصیّت 106

وصیت کے جواز کی شرطیں.. 106
(1)مُوصِی عاقل و بالغ اور آزاد ہو 106
(2)مُوصِی کے ذمّہ دینِ مُستغرق نہ ہو.. 106
(3)مُوصٰی لہٗ کا وصیّت کے وقت زندہ ہونا.. 107
(4)موصٰی لہٗ مالِ وصیّت کو لینے کے قابل ہو.. 107
(5)مالِ مُوصیٰ بہٖ عین یا منفعت کے اعتبار سے قابلِ تملیک ہو 107
(6)مالِ موصیٰ بہٖ وصیّت کے وقت موجود ہو.. 108
(7)موصٰی لہٗ مُوصی کا وارِث نہ ہو 108
(9)زائد علی الثلث کی وصیت نہ ہو.. 108
(10)مُوصِی راضی اور مختار ہو.. 109
وصیت کی اہمیت و فضیلت 109
وصیت کی تاکید 111
وصیت میں ورثاء کو نقصان پہنچانے کی وعیدیں 111
کیا وصیت میں بلوغ کی شرط ہے ؟ 114
کیا قاتِل کے لئے وصیت ہوسکتی ہے ؟.. 114
وارث کیلئے وصیت کرنا 115
تہائی مال سے زیادہ کی وصیت کرنا.. 116
نفاذِ وصیت میں اجازت کی شرائط 117
پہلی شرط:تمام ورثاء راضی ہوں 117
دوسری شرط:تمام ورثاء بالغ ہوں 117

تیسری شرط:تمام ورثاء عاقل ہوں 117
چوتھی شرط:دلی طور پر راضی ہوں 118
پانچویں شرط:بعد الوفات اجازت ہو 118
وصیت کو باطل کرنے کے اسباب 118
پہلا سبب:مُوصِی کے اندر اہلیت کا ختم ہوجانا 119
دوسرا سبب:مُوصی یا مُوصٰی لہٗ کا مرتد ہوجانا 119
تیسرا سبب:معلّق بالشرط وصیت میں شرط کا نہ پایا جانا 119
چوتھا سبب:وصیت سے رجوع کرلینا 120
پانچواں سبب:موصٰی لہٗ کا وصیت کو مُوصی کے انتقال کے بعد ردّ کردینا...... 120
چھٹا سبب :موصیٰ لہٗ اگر معیّن ہو تو اُس کا موصی سے قبل مرجانا 120
ساتواں سبب:موصیٰ لہٗ کا موصی کو قتل کردینا 121
آٹھواں سبب:مالِ موصیٰ بہٖ اگر معیّن ہو تو اُس کا ہلاک ہوجانا 121
نواں سبب:مالِ موصیٰ بہٖ میں استحقاق نکل جانا.. 121
موصی کا قبل الموت مجنون ہوجانا 122

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حرفِ آغاز

اللہ تعالیٰ نے اِنسان کو جو علوم دیے ہیں اُن میں سے ایک اہم علم "علم الفرائض" بھی ہے، اِس علم کی اہمیت و عظمت کا اندازہ اِس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ خاتم النبیین ﷺ نے اِس کو "نصف العلم" قرار دیتے ہوئے اِس کے سیکھنے اور حاصل کرنے کی حد درجہ تلقین و تاکید فرمائی، اور اِس حقیقت کو واضح فرمایا کہ سب سے پہلے یہی وہ علم ہے جو میری اُمّت سے اُٹھالیا جائے گا، اور فتنوں کے دَورِ جہالت میں لوگوں کی اِس کیفیت کو بھی بیان فرمایا کہ ایک وقت ایسا آئے گا کہ دو شخصوں کا وراثت کے کسی مسئلہ میں باہمی جھگڑا ہو گا لیکن جہالت اور اِس علم سے دوری کی وجہ سے حالت یہ ہو گی کہ اُنہیں کوئی ایسا شخص نہیں ملے گا جو اُن کے درمیان فیصلہ کر سکے۔ لہٰذا ضرورت اِس بات کی ہے کہ اِس علم کو سیکھا، پڑھا اور سمجھا جائے، اِسے باقی اور زندہ رکھنے کی کوشش کی جائے، اِس لئے کہ ہر شخص اور ہر گھرانے کو اِس علم کی ضرورت ہے، کیونکہ ظاہر ہے کہ ہر گھر میں موت واقع ہوتی ہے اور ہر شخص نے اِس دنیا سے جانا ہے لہٰذا موت کے بعد کے مسائل سے آگاہی بہت ضروری ہے، تاکہ خلافِ شرع اور خلافِ سنّت کسی کام کا اِرتکاب نہ ہو، اللہ اور اُس کے رسول کی نافرمانی اور حکم عدولی نہ ہو۔

پھر اِس علم کے حاصل کرنے کے دو درجے ہیں: ایک درجہ اِس علم کی بنیادی اور ضروری معلومات کا ہے، جس کا حاصل کرنا تو ہر مسلمان پر فرض ہے اور دوسرا اِس علم

کی گہرائی اور گیرائی کا ہے جس میں اِس علم کے اُصول و قوانین اور شرعی ضابطوں سیکھا اور سمجھا جاتا ہے،اس درجہ کا حاصل کرنا فرض کفایہ ہے۔ ایک مسلمان ہونے کی حیثیت سے ہر شخص کی کوشش ہونی چاہیئے کہ زندگی میں کچھ وقت نکال کر اس علم کو پڑھے، سیکھے اور کچھ نہ کچھ سوجھ بوجھ ضرور حاصل کرے تاکہ وراثت کے بارے میں کسی کی حق تلفی کا مرتکب نہ ہو،ورنہ جہالت اور نادانی میں لوگوں کی حق تلفی اور حقوق کی پامالی ہو جاتی ہے جس پر اُس کی دنیا و آخرت تباہ ہو کر رہ جاتی ہے۔

زیرِ نظر کتاب میں اِسی ضرورت کو پیش نظر رکھتے ہوئے وراثت و وصیّت کے شرعی احکام و مسائل کو تسہیل و ترتیب کے ساتھ جمع کرنے کی مُمکنہ حد تک کوشش کی گئی ہے تاکہ عام و خاص دونوں ہی اِس سے اِستفادہ کر سکیں۔

کتاب کو آٹھ بابوں میں تقسیم کرکے علم الفرائض کی ضروری ابحاث کو سمیٹا گیا ہے، جس میں اِن شاء اللہ اِس علم سے متعلّق تقریباً تمام ضروری چیزیں آگئیں ہیں۔ درجہ سادسہ کے طلباء جن کے نصاب میں "سراجی" جیسی اہم اور بنیادی کتاب شامل ہے وہ بھی اگر سراجی کو پڑھنے سے پہلے یا اُس کے ساتھ اِس کتاب کو دیکھ لیں گے تو اِن شاء اللہ سراجی کا پڑھنا انتہائی آسان اور سہل ہو جائے گا۔

اللہ تعالیٰ اِس کتاب کو اپنی بارگاہ میں قبول و منظور فرمائے اور خلقِ کثیر کیلئے اِس کتاب کو نافع اور سودمند بنائے۔ آمین بحرمۃ سید الأنبیاء والمُرسلین۔

والسلام

بندہ محمد سلمان غفرلہ

پہلا باب: علم الفرائض کے مَبادیات

علم الفرائض سے متعلّق ابتداءً کچھ مَبادیات ذکر کیے جارہے ہیں جن کی مدد سے علم الفرائض کا کچھ تعارف اور اُس کا اِجمالی خاکہ سمجھا جاسکتا ہے۔

لفظ "فرائض" کا لغوی اور اِصطلاحی معنی:

☆لغۃً:

فَرائض فریضۃ کی جمع ہے اور فریضہ لغت میں "التَّقْدِیرُ" اور "الْقَطْعُ" کے معنی میں استعمال ہوتا ہے، یعنی کسی چیز کو قطعی اور حتمی طور پر مقرر کرنا۔

☆اصطلاحاً:

اصطلاحی اعتبار سے فریضہ کی تعریف یہ کی گئی ہے: "مَا ثَبَتَ بِدَلِیلٍ مَقْطُوعٍ بِهِ"۔ یعنی جو حکم دلیل قطعی سے ثابت ہو وہ فریضہ کہلاتا ہے۔

علم الفرائض کی تعریف:

☆لغۃً:

علم الفرائض لغوی معنی کے اعتبار سے "فرائض کے جاننے" کو کہا جاتا ہے۔

☆اصطلاحاً:

اِصطلاحی اعتبار سے علم الفرائض کی مندرجہ ذیل مشہور تعریفیں کی گئی ہیں:

پہلی تعریف:

هُوَ عِلْمٌ يُبْحَثُ فِيهِ عَنْ كَيْفِيَّةِ قِسْمَةِ تَرِكَةِ الْمَيِّتِ بَيْنَ الْوَرَثَةِ.

علم الفرائض وہ علم ہے جس میں میت کے ترکہ کو ورثاء کے درمیان تقسیم کرنے کے طریقے سے بحث کی جائے۔(کشاف اصطلاحات الفنون والعلوم:1/42)

دوسری تعریف:

انْتِقَالُ مَالِ الْغَیْرِ إِلَی الْغَیْرِ عَلَی سَبِیلِ الْخِلَافَةِ۔مال کا ایک شخص سے دوسرے کی جانب بطور خلافت کے منتقل ہو جانا "علم الفرائض" کہلاتا ہے۔(عالمگیری:6/447)

یعنی ایک شخص جب انتقال کر جائے تو اُس کا مال اُس کے وارثوں کو اُس کا خلیفہ ہونے کی حیثیت سے جو ملتا ہے اُس کے اُصول وضوابط کو جاننا "علم الفرائض" کہلاتا ہے۔

تیسری تعریف:

هِيَ عِلْمٌ بِأُصُولٍ مِنْ فِقْهٍ وَحِسَابٍ تُعَرِّفُ حَقَّ كُلٍّ مِنْ التَّرِكَةِ۔علم الفرائض نام ہے فقہ اور حساب کے چند ایسے قواعد کے جاننے کا جو ترکہ کے مال میں سے ہر وارث کے حق کی پہچان کراتا ہے۔(الدر المختار:6/757)

یعنی اِس علم میں فقہ اور علمِ ریاضی کے قواعد کا سہارا لیتے ہوئے ہر ہر وارث کے حق کو پہچانا جاتا ہے کہ ترکہ میں اُس کا کتنا حق بنتا ہے۔

علم الفرائض کا موضوع:

کسی بھی علم و فن کا موضوع وہ ہوتا ہے جس سے اُس علم و فن میں بحث کی جاتی ہے، جیسے علمِ طب میں انسان کے بدن سے بحث کی جاتی ہے لہٰذا بدن انسانی علمِ طب کا موضوع ہے۔ علم الفرائض کا موضوع ترکہ اور اُس کے مستحقین ہیں، یعنی اس علم میں میت کے متروکہ مال سے اور اُس کے جو شرعی حق دار لوگ ہیں اُن سے بحث کی جاتی

ہے کہ میت کے شرعی وارث کتنے کون کون ہیں اور اُن کا میت کی وراثت میں کتنا حق بنتا ہے۔(کشاف اصطلاحات الفنون والعلوم:1/42)

علم الفرائض کی غرض وغایہ:

جس مقصد کیلئے کوئی علم وفن سیکھا اور پڑھا جائے وہ مقصد اُس علم وفن کی غرض وغایہ کہلاتا ہے۔علم الفرائض کے سیکھنے اور پڑھنے کا مقصد یہ ہے"إِيصَالُ الْحُقُوقِ لِأَرْبَابِهَا"یعنی ہر وارث کو اُس کا شرعی حق پہنچا دیا جائے ۔(شامیہ:6/758)

علم الفرائض کے ارکان:

اَرکان رُکن کی جمع ہے،ستون کو کہتے ہیں، اور اِس سے مراد وہ چیزیں ہوتی ہیں جن پر کسی چیز کے وجود کا مدار ہوتا ہے۔علم الفرائض کے تین ارکان ہیں:

(1)وارث:وہ رشتہ دار جو مرنے والے کے مال کے شرعی حق دار ہوتے ہیں۔

(2)مُورَث:وہ مرنے والا جس کے مال کو پسماندگان میں تقسیم کیا جاتا ہے۔

(3)مَورُوث:وہ مال جس کو تقسیم کیا جاتا ہے ۔(شامیہ:6/758)

علم الفرائض کی شرائط:

علم الفرائض کی تین شرطیں ہیں:

(1)مورِث کا مرنا۔ (2)وارِث کا ہونا۔(3)سببِ وراثت کا علم ہونا۔

(1)مورِث کا مرنا:

یعنی جس کی وراثت تقسیم کی جارہی ہے اُس کا مرنا،اِس لئے کہ زندہ شخص کی وراثت تقسیم نہیں ہوتی اور اِس سے یہ معلوم ہوگیا کہ زندگی میں جو اپنے مال کو ورثاء کے درمیان تقسیم کیا جاتا ہے وہ وراثت نہیں ہوتی بلکہ ھبہ اور ہدیہ کہلاتا ہے،لہٰذا اُس میں

اولاد کے درمیان مساوات اور برابری کی جاتی ہے لڑکوں کو دوگنا نہیں دیا جاتا۔

پھر مورِث کا مرنا خواہ حقیقۃً ہو یا حکماً یا تقدیراً۔

- حقیقۃً: اِس کی مثال واضح ہے کہ کوئی شخص حقیقی طور پر مر جائے۔
- حکماً: اِس کی مثال یہ ہے کہ کوئی شخص مفقود یعنی گم ہو جائے، کیونکہ اس صورت میں شرعاً اُس پر حکمی طور پر میت کا حکم لگ جاتا ہے اور اُس کے مال کو اُس کے ورثاء میں تقسیم کر دیا جاتا ہے۔
- تقدیراً: جَنین یعنی عورت کے پیٹ میں موجود بچے کو ظلماً مار دینے والے پر غُرّۃ لازم ہوتا ہے اور وہ غُرّۃ اُس جَنین کے ورثاء پر تقسیم ہوتا ہے، گویا کہ جَنین جس کی ابھی حیات اور وجود بھی مکمل نہیں ہوا تھا لیکن اُس کی موت تقدیراً مان لی گئی ہے۔

(2) وارث کا ہونا:

یعنی مورِث کی موت کے وقت ورثاء کا زندہ ہونا، اِس لئے کہ جو وارِث اپنے مورِث سے پہلے ہی مر جائے تو وہ اُس کی وراثت میں حصہ دار نہیں ہوتا، جیسے والد کے انتقال سے پہلے ہی کسی بیٹے کا انتقال ہو جائے تو والد کی وراثت میں اُس کا حصہ نہیں ہوتا۔

پھر وارِث کا وجود خواہ حقیقۃً ہو یا تقدیراً۔

- حقیقۃً: اِس کی مثال تو واضح ہے کہ کوئی وارِث حقیقی طور پر موجود ہو۔
- تقدیراً: جیسے حَمل کا وجود، کیونکہ شریعت نے اُس کے وجود کا بھی تقدیراً اعتبار کیا ہے، پس وہ بھی وارث ہوگا، مثلاً کسی کے انتقال پر اُس کی بیوی کے پیٹ میں حمل ہو تو بیوی بھی وارث ہوگی اور وہ بچہ بھی وارث ہوگا، اگرچہ وہ بچہ ابھی فی الحال موجود اور زندہ نہیں ہے لیکن تقدیری طور پر اُس بچہ کو زندہ مانا گیا ہے۔

(3)سببِ وراثت کا علم ہونا:

یعنی وارث ہونے کی وجہ اور جہت کا معلوم ہونا کہ فلاں شخص کیوں وارث ہے اور میت کے ساتھ اُس کی کیا رشتہ داری ہے۔ جیسے والد کے انتقال پر اُس کے بیٹے کو وراثت ملے گی کیونکہ اُس کے بیٹے کے وارث ہونے کی وجہ معلوم ہے۔

علم الفرائض کے اصول و مآخذ :

اُصول ”اصل“ کی جمع ہے، بنیاد اور جڑ کو کہا جاتا ہے، اور اِس سے مراد یہ لی جاتی ہے کہ وہ مآخذ جہاں سے کوئی چیز حاصل کی جائے ۔ جیسے کسی درخت پر پھیلے اور نکلے ہوئے پتوں اور پھلوں کی اصل اُس درخت کی جڑ ہے جہاں سے اُس درخت کا وجود قائم ہوا ہے۔ علم الفرائض کے اصول یعنی وہ مآخذ جن سے علم الفرائض اخذ کیا جاتا ہے وہ تین ہیں: (1) قرآن کریم۔(2)حدیث۔(3)اِجماع۔

- قرآن: جیسے قرآن کریم میں ذوی الفروض اور عصبات وغیرہ کے حصص تفصیل سے ذکر کیے گئے ہیں۔
- حدیث: جیسے نانی کے لئے سدس یعنی چھٹا حصہ کا مقرر ہونا، کیونکہ یہ قرآن کریم میں نہیں، حدیث سے ثابت ہے، چنانچہ حضرت مغیرہ بن شعبہ اور محمد بن مسلمہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمَا کی شہادت سے یہ حصہ ثابت ہوا ہے ۔(ترمذی: 2100)
- اجماع: جیسے دادی کے لئے سدس یعنی چھٹا حصہ ،یہ بھی قرآن کریم میں نہیں، حضرت عمر بن خطاب رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ نے اپنے اجتہاد سے مقرر کیا تھا اور پھر اِس پر صحابہ کرام کا اتفاق اور اجماع ہو گیا۔(شامیہ:6/758)

اِسی طرح باپ کے نہ ہونے کی صورت میں دادا کو باپ کے قائم مقام کر دینا اور بیٹے

کے نہ ہونے کی صورت میں پوتے کو بیٹے کے قائم مقام کر دینا، یہ بھی اجماع سے ثابت شدہ مسئلہ ہے۔(الدر المختار:6/762)

نوٹ :واضح رہے کہ علم الفرائض کے ثبوت میں قیاس کا کوئی دَخل نہیں ،اِس لئے کہ اِس علم کے اُصول و قواعد توقیفی اور سماعی ہیں،ان کا تعلّق نقل سے ہے، عقل و قیاس کی روشنی میں اُن کو مقرر نہیں کیا جاسکتا۔(شامیہ:6/758)

علم الفرائض کی وجہ تسمیہ:

وجہ تسمیہ کسی چیز کے نام رکھنے کی وجہ کو کہا جاتا ہے، علم الفرائض کو علم الفرائض کیوں کہا جاتا ہے اِس کی وجہ یہ ہے کہ فریضہ کا معنیٰ ”مقدّر“اور ”قطع“ کے آتے ہیں یعنی کسی چیز کو قطعی اور حتمی طور پر مقرر کرنا اور چونکہ ورثاء کے حصص اور سہام اللہ تبارک و تعالیٰ کی جانب سے مقدّر کیے گئے ہیں اور دلیل قطعی سے ثابت بھی ہیں اِس لئے اُن کو علم الفرائض کہا جاتا ہے۔(مرقاۃ:5/2021)

علم الفرائض کی اہمیت پر مشتمل احادیثِ طیّبہ :

علم الفرائض شریعت کا ایک انتہائی اہم اور ضروری علم ہے،اِس کے بغیر تقسیمِ وراثت جو ہر گھر اور ہر شخص کے ساتھ پیش آنے والا مسئلہ ہے اُس کے احکام و مسائل سے آگاہی حاصل نہیں ہوسکتی اور نہ کسی کے مال کو اُس کے شرعی ورثاء کے درمیان شرعی طور پر تقسیم کیا جاسکتا ہے۔اِس وجہ سے نبی کریم ﷺ نے اِس علم کے حاصل کرنے، اِس کی حفاظت کرنے اور اِس کو قائم دائم رکھنے کی خوب تلقین فرمائی ہے۔

ذیل میں اِس سلسلے میں نبی کریم ﷺ کے چند اِرشاداتَ عالیہ ملاحظہ فرمائیں:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کا یہ اِرشاد نقل فرماتے ہیں: ”تَعَلَّمُوا القُرْآنَ

وَالفَرَائِضَ وَعَلِّمُوا النَّاسَ فَإِنِّي مَقْبُوضٌ" قرآن کریم سیکھو اور علم الفرائض سیکھو اور اُسے لوگوں کو سکھاؤ، اِس لئے کہ میں تو دنیا سے چلے جاؤں گا۔(ترمذی:2091)

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ اِرشاد نقل فرماتے ہیں:

"تَعَلَّمُوا الْقُرْآنَ وَعَلِّمُوهُ النَّاسَ، وَتَعَلَّمُوا الْفَرَائِضَ وَعَلِّمُوهُ النَّاسَ، فَإِنِّي امْرُؤٌ مَقْبُوضٌ وَإِنَّ الْعِلْمَ سَيُقْبَضُ وَتَظْهَرُ الْفِتَنُ حَتَّى يَخْتَلِفَ الِاثْنَانِ فِي الْفَرِيضَةِ لَا يَجِدَانِ مِنْ يَقْضِي بِهَا" قرآن کریم سیکھو اور لوگوں کو سکھاؤ، علم الفرائض سیکھو اورلوگوں کو سکھاؤ، اِس لئے کہ میں تو چلا جاؤں گا اور عنقریب علم اُٹھالیا جائے گا، فتنے ظاہر ہوں گے یہاں تک کہ دو شخص کسی علم الفرض کے مسئلہ میں جھگڑیں گے اور اُن کو اس میں کوئی فیصلہ کرنے والا نہ ملے گا۔(مستدرکِ حاکم: 7950)

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے اِرشاد فرمایا:"تَعَلَّمُوا الْعِلْمَ وَعَلِّمُوهُ النَّاسَ، تَعَلَّمُوا الْفَرَائِضَ، وَعَلِّمُوهَا النَّاسَ، تَعَلَّمُوا الْقُرْآنَ، وَعَلِّمُوهُ النَّاسَ، فَإِنِّي امْرُؤٌ مَقْبُوضٌ، وَالْعِلْمُ سَيَنْقُصُ، وَتَظْهَرُ الْفِتَنُ، حَتَّى يَخْتَلِفَ اثْنَانِ فِي فَرِيضَةٍ لَا يَجِدَانِ أَحَدًا يَفْصِلُ بَيْنَهُمَا" علمِ دین سیکھو اور اُسے لوگوں کو سکھاؤ، علم الفرائض سیکھو اور اُس لوگوں کو سکھاؤ، قرآن کریم سیکھو اور اُسے لوگوں کو سکھاؤ، اِس لئے کہ میں تو(دنیا سے) چلا جاؤں گا اور عنقریب علم کم ہوتا چلا جائے گا اور فتنے ظاہر ہوجائیں گے یہاں

تک کہ دو شخص وراثت کے کسی مسئلہ میں جھگڑیں گے اور اُنہیں کوئی ایسا شخص نہیں ملے گا جو اُن کے درمیان (اُس مسئلہ میں) فیصلہ کر سکے۔ (سنن الدارمی: 227)

نبی کریم ﷺ نے ایک دفعہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے ارشاد فرمایا:

"يَا أَبَا هُرَيْرَةَ، تَعَلَّمُوا الْفَرَائِضَ وَعَلِّمُوهُ فَإِنَّهُ نِصْفُ الْعِلْمِ وَإِنَّهُ يُنْسَى وَهُوَ أَوَّلُ مَا يُنْزَعُ مِنْ أُمَّتِي" اے ابوہریرہ! علم الفرائض سیکھو اور اُسے لوگوں کو سکھاؤ کیونکہ یہ نصفِ علم ہے اور ایک وقت ایسا آئے گا کہ یہ بھلا دیا جائے گا اور میری امّت میں سب سے پہلے جو علم بھلایا جائے گا وہ علم الفرائض ہی ہے۔ (مستدرکِ حاکم: 7948)

حضرت سعید بن مسیّب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوموسیٰ اَشعری رضی اللہ عنہ کو بذریعہ خط نصیحت کرتے ہوئے اِرشاد فرمایا: "إِذَا لَهَوْتُمْ فَالْهَوْا بِالرَّمْيِ، وَإِذَا تَحَدَّثْتُمْ فَتَحَدَّثُوا بِالْفَرَائِضِ" جب تم کھیلو تو تیر اندازی سے کھیلا کرو اور جب بات کرو تو علم الفرائض کی بات کیا کرو۔ (مستدرکِ حاکم: 7952)

حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کا یہ اِرشاد نقل فرماتے ہیں:

"الْعِلْمُ ثَلَاثَةٌ فَمَا سِوَى ذَلِكَ فَهُوَ فَضْلٌ: آيَةٌ مُحْكَمَةٌ، أَوْ سُنَّةٌ قَائِمَةٌ، أَوْ فَرِيضَةٌ عَادِلَةٌ" علم تو تین ہی ہیں، اس کے علاوہ باقی سب فضل یعنی اضافہ ہیں: ایک آیتِ مُحکمہ (جو نا قابلِ منسوخ ہو اُس آیت) کا علم، دوسرا سنتِ رسول اللہ ﷺ کا علم اور تیسرا فریضہ عادلہ یعنی علم الفرائض کا علم۔ (مستدرکِ حاکم: 7949)

حضرت سیدنا عمر بن خطاب رَضِیَ اللہُ عَنْہُ سے موقوفاً مروی ہے:

"تَعَلَّمُوا الْفَرَائِضَ فَإِنَّهَا مِنْ دِينِكُمْ" فرائض یعنی میراث کا علم سیکھو کیونکہ یہ تمہارے دین میں سے ہے۔(سنن الدارمی: 2893)

"تَعَلَّمُوا الْفَرَائِضَ" کا مطلب:

احادیثِ طیبہ میں جو "فرائض" کو سیکھنے کی تلقین و تاکید کی گئی ہے اس سے کیا مراد ہے، اِس کے مطلب میں تین اقوال بیان کیے ہیں:

(1) اِس سے مراد علم الفرائض یعنی وراثت کا علم ہے۔

(2) اِس سے بندوں پر اللہ تعالی کی جانب سے فرض کیے گئے تمام شرعی احکام مراد ہیں

(3) اِس سے اللہ تعالیٰ کے اوامر ونواہی مراد ہیں ۔(مرقاۃ:1/319)

علم الفرائض کے "نِصْفُ الْعِلْمِ" ہونے کا مطلب:

حدیث میں میراث کے علم کو "نصف العلم" یعنی آدھا علم کہا گیا ہے اور اس کی شارحین نے کئی وجوہات بیان کی ہیں، چند ملاحظہ فرمائیں:

(1)—— موت اور حیات انسان کی دو حالتیں ہیں اور علم الفرائض کا تعلق اُن میں سے ایک یعنی بعد الممات سے ہے۔

(2)—— اِس علم کو سیکھنے کی رغبت دلانے اور اہمیت کو واضح کرنے کیلئے کہا گیا ہے۔

(3)—— وراثت کے ذریعہ ملکیتِ اضطراری حاصل ہوتی ہے، جو ملکیت کی دو قسموں یعنی ملکیتِ اختیاریہ اور ملکیتِ اضطراریہ میں سے ایک ہے پس ملکیت کی ایک قسم سے

تعلق ہونے کی وجہ سے اسے نصفِ علم کہا گیا ہے۔(الشریفیۃ:2)(مرقاۃ:5/2034)

(4)—— نصف کے معنی ”أَحَدُ الْقِسْمَيْنِ“ یعنی دو قسموں میں سے ایک قسم کے ہیں، اگرچہ وہ دونوں برابر نہ ہوں، پس ایک وراثت کا علم ہوا اور دوسرا واجباتِ شرعیہ کا۔ اِس طرح سے یہ نصفِ علم ہے۔(فتح الباری:12/5)

(5)—— دیگر تمام علوم نصوص اور قیاس دونوں سے حاصل کیے جاتے ہیں، جبکہ علم الفرائض صرف نصوص سے ہی حاصل ہوتا ہے، پس اِس اعتبار سے یہ نصفِ علم یعنی علم کا ایک حصہ ہوا۔(فتح الباری:12/5)

(6)—— اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتے ہیں کہ علم کو نصف کیوں کہا گیا ہے، کیونکہ اِس بارے میں احادیثِ طیّبہ میں وضاحت نہیں کی گئی کہ نصف کیسے ہے، لہٰذا ہم بھی اپنی جانب سے اِس بارے میں کوئی حتمی اور قطعی رائے پیش نہیں کرسکتے۔(شامیہ:6758)

وراثت کے اسباب:

وہ اسباب جن کی وجہ سے کسی کو وراثت ملتی ہے وہ تین ہیں:

(1) قرابت۔ (2) زوجیت۔ (3) وَلاء۔

قرابت: پہلا سبب قرابت یعنی رشتہ داری ہے، جس کا مطلب یہ ہے کہ میت سے کسی قسم کی رشتہ داری ہونا جیسے بھائی بہن بیٹا وغیرہ۔اس سبب کو قرابتِ نسبیہ کہا جاتا ہے۔

نکاح: دوسرا سبب زوجیت اور نکاح کا ہونا ہے،یعنی میّت کے ساتھ نکاح کی وجہ سے رشتہ قائم ہونا، جیسے زوج یا زوجہ ہونا۔اس کو قرابتِ سببیہ کہا جاتا ہے۔

وَلاء: تیسرا سبب وَلاء کا تعلّق ہے،اور وَلاء اُس حق کو کہتے ہیں جو غلام کو آزاد کرنے کی

وجہ سے اُس کے مولیٰ کو حاصل ہوتا ہے۔ یہ بھی وراثت کا ایک سبب ہے جس کی بنیاد پر آزاد کرنے والے کو اپنے آزاد کردہ غلام کی وراثت ملتی ہے۔

پھر قرابت یعنی رشتہ داری کی تین قسمیں ہیں:

(1)—اصول: جو انسان کے وجود کا سبب ہیں، جیسے ماں باپ، دادا، دادی وغیرہ۔

(2)—فروع: جن کے وجود کا انسان سبب بنا ہے، جیسے بیٹا بیٹی، پوتا پوتی وغیرہ

(3)—جوانب: جو انسان کے ہم پلّہ اور برابر کے ہیں، جیسے بھائی، بہن وغیرہ۔

قرابتِ نکاح کی بھی دو صورتیں ہیں:

(1) مرد کا عورت کے مال کا وارث بننا۔ (2) عورت کا مرد کے مال کا وارث بننا۔

پھر وَلاء کی تین صورتیں ہیں:

مَولیٰ النّعمۃ: اِس کو مولی الفوق بھی کہا جاتا ہے، یعنی وہ آقا جس نے غلام کو آزاد کیا ہو۔

مَولی العَتاقۃ: اِس کو مَولی التحت بھی کہا جاتا ہے یعنی غلام جس کو آزاد کر دیا جائے۔

مَولی المُوالاۃ: وہ شخص جس کے ساتھ یہ عقد کیا گیا ہو کہ میں اگر مر جاؤں تو تم میرے وارث ہو گے۔(النّتف فی الفتاویٰ:2/830)

نوٹ: مَولی العَتاقۃ یعنی غلام کو آقا کے مرنے پر بالاتفاق وراثت نہیں ملتی، اُس کے علاوہ مذکورہ بالا تمام صورتوں میں وراثت ملتی ہے، اور مَولی المُوالاۃ کے وارث بننے میں امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا اختلاف ہے، اُن کے نزدیک یہ عقد معتبر نہیں۔(تحفۃ الالمعی:/442)

●—☆—☆—☆—●

دوسرا باب: ترکہ سے متعلّق چار حقوق

جب کسی کا انتقال ہو جائے تو اُس کے ترکہ سے چار طرح کے حقوق بالترتیب وابستہ ہو جاتے ہیں، جن کو بالترتیب پورا کرنا ضروری ہے، ان کو "حقوقِ اربعہ متعلّق بہ ترکہ" کہا جاتا ہے۔ ذیل میں اُن حقوق کو سب سے پہلے اِجمالا اور پھر قدرے تفصیل کے ساتھ ذکر کیا گیا ہے:

(1)—— پہلا حق: تجہیز و تکفین کا معتدل خرچ: یعنی اسراف اور بخل سے بچتے ہوئے متوسط درجہ کا تجہیز و تکفین کا خرچہ۔

(2)—— دوسرا حق: ادائیگیِ دَین: تجہیز و تکفین کے بعد بقیہ مال سے میت کے دَین کی ادائیگی کی جائے گی۔

(3)—— تیسرا حق: وصیت کا نفاذ: دَین کی ادائیگی کے بعد بقیہ مال کے ثلث (تہائی) سے وصیت کا نفاذ ہو گا۔

(4)—— چوتھا حق: ترکہ کی تقسیم: پہلے تین کاموں سے فارغ ہونے کے بعد جو مال بچے گا وہ ورثاء کے درمیان شریعت کے مطابق تقسیم کر دیا جائے گا۔ (سراجی:3)

اب اِن چاروں حقوق کی تفصیل ملاحظہ فرمائیں:

پہلا حق تجہیز و تکفین:

تجہیز و تکفین سے مراد میّت کے سفرِ آخرت میں پیش آنے والے خرچے ہیں، جس میں کفن کی خریداری، اُس کو نہلانا، قبر کی تیاری اور اُس کی جگہ میں ہونے والے تمام خرچے شامل ہیں، اِن سب کے اداء کرنے کو "تجہیز و تکفین" کہا جاتا ہے۔

تجہیز و تکفین میں کیا کیا چیزیں داخل ہیں؟

(1)— میت کو غسل دینے کی چیزیں، جیسے: صابون لوبان، کافور وغیرہ۔

(2)— غسّال یعنی نہلانے والے کی اجرت، اگر بلا عوض کوئی نہ ملے۔

(3)— مسنون کفن، جو مرد کے تین اور عورت کے پانچ کپڑے ہوتے ہیں۔

(4)— قبر کھودنے والے کی اجرت، اگر بلا عوض نہ ملے۔

(5)— قبر کی جگہ کی قیمت، اگر بلا عوض جگہ میسّر نہ ہو۔

(6)— اس کے علاوہ دیگر ضروری مصارفِ تجہیز و تکفین ۔(طرازی شرح سراجی:38)

تجہیز و تکفین میں کیا کیا چیزیں داخل نہیں؟

تجہیز و تکفین میں کچھ ایسی چیزیں داخل کر دی گئی ہیں جو شرعاً داخل نہیں، لیکن لوگ داخل سمجھتے ہیں اور میت کے ترکہ میں سے ان کا خرچہ نکالا جاتا ہے، مثلاً:

(1)— کفنِ مسنون سے زائد کپڑے۔

(2)— وہ جائے نماز جو کفن کے کپڑے سے امام کے لئے بچائی جاتی ہے۔

(3)— جنازہ میں شرکت کرنے والوں کی دعوت۔

(4)— غرباء و مساکین پر غلّہ، کپڑا یا نقدی وغیرہ کا صدقہ۔

(5)— امام وغیرہ کو جوڑا دینا ۔(طرازی شرح سراجی:38)(مفید الوارثین:41)

تجہیز و تکفین میں خرچہ کس نوعیت کا ہو گا؟

میّت کی تجہیز و تکفین میں معتدل اور درمیانے درجہ کا خرچہ کرنا چاہیئے، اِس طرح کہ اُس میں اِسراف بھی نہ ہو اور بخل و کنجوسی بھی نہ پائی جائے، اور اِس کا معیار یہ ذکر کیا

گیا ہے کہ تجہیز و تکفین میں میت کی زندگی کی حالت کا اعتبار کرتے ہوئے خرچہ کیا جائے، چنانچہ میّت کا زندگی میں جس قیمت کا کپڑا پہننے کا معمول تھا اُسی کے مطابق کفن کا کپڑا لیا جائے گا۔

کفن میں اِسراف و بخل کی مُمانعت اور اُس کی صورتیں:

مذکورہ بالا تفصیل سے معلوم ہوا کہ کفن میں اِسراف اور بخل دونوں ہی ممنوع ہیں۔ پھر کفن میں اِسراف اور بخل کی دو دو صورتیں ہیں:

(1)عدد کے اعتبار سے۔ (2)قیمت کے اعتبار سے۔

● عدد کے اعتبار سے: مَرد کو 3 کپڑوں سے زائد میں اور عورت کو 5 کپڑوں سے زائد میں کفنانا اِسراف ہے۔ مَرد کو 3 کپڑوں سے کم میں اور عورت کو 5 کپڑوں سے کم میں کفنانا بخل ہے۔

● قیمت کے اعتبار سے: زندگی میں 100 روپے گز کا کپڑا پہننے کا معمول ہو تو 200 روپے گز کا کفن دینا اسراف ہے۔ اور 60 روپے گز کا کفن دینا بخل ہے۔(ردالمحتار:6/ 760)

فائدہ: اگر میت پر دَینِ مستغرق یعنی دَینِ مُحیط ہو جو تمام ترکہ پر حاوی ہو، جس کا مطلب یہ ہے کہ اِس قدر قرضہ چڑھا ہوا ہو جس کی ادائیگی کیلئے تمام ترکہ بھی ناکافی ثابت ہو، اور قرض خواہ کفنِ سنت (یعنی مَرد کیلئے 3 کپڑے اور عورت کیلئے 5 کپڑے) دینے سے منع کریں تو اُن کی بات مانی جائے گی اور کفنِ کفایت دیا جائے گا یعنی مرد کو 2 کپڑوں میں اور عورت کو 3 کپڑوں میں کفن دیا جائے گا۔(ردالمحتار:6/ 760)(الشریفیہ:4)

تجہیز و تکفین کا خرچہ کس کے اوپر ہے؟

اِس کی کئی صورتیں ہیں، جن کی تفصیل حسبِ ذیل ہے:

(1)—اگر شوہر موجود ہو تو عورت کا کفن اُسی کے ذمہ لازم ہے، عورت کے ترکہ میں سے نہیں لیا جائے گا۔

(2)—اگر شوہر نہیں تو حسبِ معمول میت کے ترکہ میں سے لیا جائے گا۔

(3)—اگر میت نے ترکہ بالکل نہیں چھوڑا تو ورثاء سے اُن کے حصص کے بقدر خرچہ لیا جائے گا۔

(4)—اگر ورثاء نہ ہوں یا مفلس ہوں تو بیت المال سے خرچہ پورا کیا جائے گا۔

(5)—اگر بیت المال بھی نہ ہو تو تجہیز و تکفین کا خرچہ اہلِ محلّہ اور اُن تمام لوگوں پر لازم ہوگا جن کو اِس شخص کے مرنے کی اطلاع ہے۔

(6)—اگر خود ان لوگوں سے بھی نہ ہو سکے تو عام مسلمانوں سے تجہیز و تکفین کا چندہ لے کر تجہیز و تکفین کی جائے گی۔(مفید الوارثین:43،44)

دوسرا حق دَین کی ادائیگی:

ترکہ سے متعلّق دوسرا حق اور کرنے کا کام یہ ہے کہ مرنے والے کے ذمّہ لوگوں کے جو دُیون اور قرضے ہیں اُن کو اداء کیا جائے، اگرچہ اِس حق کی ادائیگی میں میت کا تمام ترکہ ہی ختم ہو جائے تب بھی قرض بہر حال اداء کیا جائے گا۔

قرض کی ادائیگی کی اہمیت:

میّت کے ذمّہ جو قرض ہوتے ہیں اُن کی ادائیگی کتنی اہم اور ضروری ہے اِس کا کچھ اندازہ ذیل میں آنے والی احادیثِ طیّبہ سے کیا جا سکتا ہے:

● حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم لوگ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں حاضر تھے کہ ایک جنازہ لایا گیا، حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے آپ سے عرض کیا کہ یارسول اللہ! جنازہ کی نماز پڑھادیجئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت کیا: "هَلْ عَلَيْهِ دَيْنٌ؟" کیا اِس پر کسی کا دَین ہے؟ صحابہ کرام نے کہا کہ نہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھادی، پھر ایک اور جنازہ لایا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہی سوال کیا کہ اِس پر کسی کا قرض ہے؟ صحابہ کرام نے کہا کہ جی ہاں! اِس پر قرض ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "فَهَلْ تَرَكَ شَيْئًا؟" کیا اس نے کچھ چھوڑا ہے؟ (کہ جس کے ذریعہ قرض کی ادائیگی ہوجائے) صحابہ کرام نے عرض کیا کہ جی ہاں تین دینار چھوڑے ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُس کی نماز جنازہ بھی پڑھادی، پھر ایک تیسرا جنازہ لایا گیا، صحابہ کرام نے عرض کیا کہ یارسول اللہ! اس کی نماز جنازہ پڑھادیجئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "هَلْ تَرَكَ شَيْئًا؟" کیا اس نے کچھ چھوڑا ہے؟ صحابہ کرام نے کہا کہ نہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اِرشاد فرمایا: "فَهَلْ عَلَيْهِ دَيْنٌ؟" کیا اِس پر کسی کا قرضہ ہے؟ صحابہ کرام نے کہا کہ جی ہاں! تین دینار قرضہ ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اِرشاد فرمایا: "صَلُّوا عَلَى صَاحِبِكُمْ" اپنے ساتھی کی نماز جنازہ خود ہی پڑھ لو۔ حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: "صَلِّ عَلَيْهِ يَا رَسُولَ اللَّهِ وَعَلَيَّ دَيْنُهُ" یارسول اللہ! آپ اس کی نماز جنازہ پڑھادیجئے اور میں اس کا قرضہ اپنے ذمّہ لیتا ہوں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُس کی نماز جنازہ پڑھائی۔ (بخاری:2289)

● اِسی طرح کا ایک اور سبق آموز اور قیمتی واقعہ حدیث میں یہ بھی نقل کیا گیا ہے:

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ایک جنازہ نماز

پڑھانے کی غرض سے لایا گیا، آپ ﷺ نماز پڑھانے کیلئے آگے بڑھنا ہی چاہ رہے تھے کہ ہماری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: "هَلْ عَلَى صَاحِبُكُمْ دَيْنٌ؟" کیا تمہارے ساتھی کے اوپر کسی کا قرضہ ہے؟ لوگوں نے کہا کہ جی ہاں، آپ ﷺ نے اِرشاد فرمایا: "هَلْ تَرَكَ لَهُ مِنْ وَفَاءٍ" کیا اس نے اُس کی ادائیگی کیلئے کچھ چھوڑا ہے؟ لوگوں نے کہا کہ نہیں، آپ ﷺ نے اِرشاد فرمایا: "صَلُّوا عَلَى صَاحِبِكُمْ" پھر اپنے ساتھی کی نماز جنازہ خود ہی پڑھ لو۔ حضرت علی کرّم اللہ وجہہ نے فرمایا: یا رسول اللہ! اس کا قرض میں اپنے ذمّہ لیتا ہوں، آپ ﷺ آگے بڑھے اور اُس کی نماز جنازہ پڑھادی، پھر آپ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو دُعاء دیتے ہوئے اِرشاد فرمایا: "جَزَاكَ اللَّهُ يَا عَلِيُّ خَيْرًا، كَمَا فَكَكْتَ رِهَانَ أَخِيكَ" اے علی! اللہ تمہیں جزاءِ خیر عطاء فرمائے جیسا کہ تم نے اپنے بھائی کی گردن چھڑادی۔ اس کے بعد آپ ﷺ نے اِرشاد فرمایا: "مَا مِنْ مُسْلِمٍ فَكَّ رِهَانَ أَخِيهِ إِلا فَكَّ اللَّهُ رِهَانَهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ" جو مسلمان اپنے کسی بھائی کی گردن کو (قرض سے) چھڑادیتا ہے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اُس کی گردن کو (جہنّم سے) چھڑادیں گے۔ (شرح السنّۃ للبغوی:2155)

● حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ نبی کریم ﷺ لوگوں کے سامنے ذکر کررہے تھے کہ اللہ کے راستے میں جہاد کرنا اور اللہ پر ایمان لانا افضل ترین عمل ہے، کہ اتنے میں ایک نوجوان نے کھڑے ہوکر دریافت کیا: "أَرَأَيْتَ إِنْ قُتِلْتُ فِي سَبِيلِ اللهِ، تُكَفَّرُ عَنِّي خَطَايَايَ؟" یا رسول اللہ! اگر میں اللہ کے راستے میں شہید کردیا جاؤں تو کیا میری تمام خطائیں معاف کردی جائیں گی؟ آپ ﷺ نے اِرشاد فرمایا:

”نَعَمْ، إِنْ قُتِلْتَ فِي سَبِيلِ اللهِ، وَأَنْتَ صَابِرٌ مُحْتَسِبٌ، مُقْبِلٌ غَيْرُ مُدْبِرٍ“ جی ہاں! اگر تم اللہ کے راستے میں شہید کر دیے گئے جبکہ تم ثابت قدم رہنے والے، اجر و ثواب کی اُمید رکھنے والے اور پیٹھ پھیرے بغیر آگے بڑھنے والے رہے تو اللہ تعالیٰ تمہاری تمام خطائیں معاف کر دیں گے۔ پھر آپ ﷺ نے اُس شخص سے دوبارہ دریافت کیا کہ ابھی تم نے کیا سوال کیا تھا؟ اُس شخص نے اپنا وہی سوال دہرادیا کہ یارسول اللہ! اگر میں اللہ کے راستے میں شہید کر دیا جاؤں تو کیا میری تمام خطائیں معاف کر دی جائیں گی؟ آپ ﷺ نے اِرشاد فرمایا: ہاں اگر تم اللہ کے راستے میں شہید کر دیے گئے جبکہ تم ثابت قدم رہنے والے، اجر و ثواب کی اُمید رکھنے والے، پیٹھ پھیرے بغیر آگے بڑھنے والے رہے تو اللہ تعالیٰ تمہاری تمام خطائیں معاف کر دیں گے مگر قرض معاف نہیں فرمائیں گے، اِس لئے کہ حضرت جبریل علیہ السلام نے آکر مجھ سے ابھی یہی بات اِرشاد فرمائی ہے۔(مسلم:1885)

- حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کا یہ اِرشاد نقل فرماتے ہیں:

”نَفْسُ الْمُؤْمِنِ مُعَلَّقَةٌ بِدَيْنِهِ حَتَّى يُقْضَى عَنْهُ“ مؤمن کی رُوح اُس کے قرض (کے اداء نہ کرنے) کی وجہ سے (نجات اور ہلاکت کے درمیان) اٹکی رہتی ہے یہاں تک کہ اُس کا قرض چکا دیا جائے۔(ترمذی:1078)

- حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کا یہ اِرشاد نقل فرماتے ہیں:

”صَاحِبُ الدَّيْنِ مَأْسُورٌ بِدَيْنِهِ، يَشْكُو إِلَى رَبِّهِ الْوَحْدَةَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ“ مقروض شخص اپنے قرض کی وجہ سے (قبر میں) محبوس اور قید رہتا ہے، وہ اپنے پروردگار سے

قیامت کے دن تک تنہائی اور اکیلے پن (کو دور کرنے) کی التجاء اور فریاد کرتا رہتا ہے۔(شرح السنۃ للبغوی:2148)(مرقاۃ المفاتیح:5/1959)

• حضرت ثوبان رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا یہ اِرشاد نقل فرماتے ہیں:"مَنْ مَاتَ وَهُوَ بَرِيءٌ مِنْ ثَلَاثٍ:الكِبْرِ وَالغُلُولِ وَالدَّيْنِ دَخَلَ الجَنَّةَ" جو شخص اِس حال میں دنیا سے گیا کہ وہ تین چیزوں یعنی تکبّر، مالِ غنیمت (مالِ مشترکہ) میں خیانت اور قرض سے بَری ہو وہ جنّت میں داخل ہوگیا ۔(ترمذی:1572)

• حضرت ثوبان رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ ہی سے ایک اور روایت میں نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا یہ اِرشاد مَروی ہے:"مَنْ فَارَقَ الرُّوحُ الجَسَدَ وَهُوَ بَرِيءٌ مِنْ ثَلَاثٍ: الكَنْزِ، وَالغُلُولِ، وَالدَّيْنِ دَخَلَ الجَنَّةَ"جس شخص کے جسم سے روح اِس حال میں نکلی ہو کہ وہ تین چیزوں سے بَری ہو، ایک جمع کردہ مال سے جس کی اُس نے زکوۃ نہ نکالی ہو، دوسرا مالِ غنیمت(مالِ مشترکہ) میں خیانت کا اِرتکاب کرنے سے اور تیسرا قرض سے تو وہ جنّت میں داخل ہوگیا۔(ترمذی:1573)

• حضرت ابوموسیٰ اَشعری رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا یہ اِرشاد نقل فرماتے ہیں:"إِنَّ أَعْظَمَ الذُّنُوبِ عِنْدَ اللَّهِ أَنْ يَلْقَاهُ بِهَا عَبْدٌ بَعْدَ الْكَبَائِرِ الَّتِي نَهَى اللَّهُ عَنْهَا، أَنْ يَمُوتَ رَجُلٌ وَعَلَيْهِ دَيْنٌ، لَا يَدَعُ لَهُ قَضَاءً" بیشک کبیرہ گناہ جن سے اللہ تعالیٰ نے منع کیا ہے اُن کے بعد اللہ کے نزدیک گناہوں میں سب سے بڑا گناہ یہ ہے کہ کوئی شخص اِس حالت میں مَر کر اللہ تعالیٰ سے ملاقات کرے کہ اُس نے ایسا کوئی قرض چھوڑا ہو جس کی ادائیگی کا کوئی بندوبست نہ چھوڑا ہو۔(ابوداؤد:3342)

• حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاص رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا یہ اِرشاد نقل فرماتے ہیں:

"یُغْفَرُ لِلشَّهِيدِ كُلُّ ذَنْبٍ إِلَّا الدَّيْنَ" قرض کے علاوہ شہید کے تمام گناہ معاف کردیے جائیں گے۔(مسلم:1806)

● ایک اور روایت میں ہے، آپ ﷺ نے اِرشاد فرمایا:"الْقَتْلُ فِي سَبِيلِ اللهِ يُكَفِّرُ كُلَّ شَيْءٍ، إِلَّا الدَّيْنَ" اللہ کے راستے میں قتل ہوجانا قرض کے علاوہ تمام گناہوں کیلئے کفارہ بن جاتا ہے۔(مسلم:1806)

● ایک روایت میں ہے، آپ ﷺ نے اِرشاد فرمایا:"أَوَّلُ مَا يُهَرَاقُ مِنْ دَمِ الشَّهِيدِ يُغْفَرُ لَهُ ذَنْبُهُ كُلُّهُ إِلَّا الدَّيْنَ"شہید کا خون گرتے ہی اوّل وہلہ میں اُس کے تمام گناہ معاف کردیے جاتے ہیں سوائے قرض کے۔(طبرانی کبیر:5552)

میّت کے دیون کی اقسام:

میت پر جو دَین لازم ہوتے ہیں اُن کی دو قسمیں ہیں:

(1)— حقوق اللہ سے متعلّق دُیون۔ (2)— حقوق العباد سے متعلّق دُیون۔

پہلی قسم: حقوق اللہ سے متعلّق دُیون:

وہ قرضے جن کا تعلّق اللہ تعالیٰ کے حقوق سے ہو اور بندوں میں سے اُن کا کوئی طلب کرنے والا نہ ہو اُن کو حقوق اللہ سے متعلّق قرضے کہا جاتا ہے، جیسے: زکوۃ جو ادا نہ کی جاسکی تھی، کفارے کے روزے جن کی ادائیگی نہ ہوسکی تھی، قضا نمازاور روزوں کا فِدیہ جو ادا نہ کیے جاسکے ہوں اور حجِ فرض جو زندگی میں نہ کیا جاسکا ہو، یہ سب میّت کے وہ دُیون کہلاتے ہیں جن کا تعلّق حقوق اللہ سے ہے، کیونکہ بندوں میں کوئی اِن کا کوئی طلب کرنے والا نہیں، اِس کا مطالبہ اللہ کی جانب سے ہے۔

حقوق اللہ سے متعلّق دُیون کا حکم:

اللہ تعالیٰ کے حقوق سے متعلّق قرضے وصیت کے حکم میں ہیں، یعنی اس کی ادائیگی تیسرے نمبر پر نفاذِ وصیت کے درجہ میں کی جائے گی۔ جس کی تفصیل یہ ہے کہ اگر میت نے حقوق اللہ سے متعلّق کسی دَین کی ادائیگی کی وصیت کی ہو تو ثلثِ مال یعنی مال کے ایک تہائی حصے سے اداء کیا جائے گا۔ تہائی سے زائد مال کی وصیت ورثاء کی دلی اجازت اور اُن کی قلبی رضامندی پر موقوف ہو گی اور وصیت نہ کرنے کی صورت میں ورثاء ایسے قرضوں کی ادائیگی کے پابند نہ ہوں گے۔(الدر المختار:6/760)

دوسری قسم: حقوق العباد سے متعلّق دُیون:

وہ قرضے جن کا تعلّق بندوں سے ہے، یعنی بندوں میں سے اُن کا کوئی طلب کرنے والا ہو اُن کو حقوق العباد سے متعلّق قرضے کہا جاتا ہے۔

پھر حقوق العباد سے متعلّق دُیون کی دو قسمیں ہیں:

(1) حقوق العباد سے متعلّق حالتِ صحت کے دُیون۔

(2) حقوق العباد سے متعلّق مرض الوفات کے دُیون۔

● — پہلی قسم سے مراد یہ ہے کہ بندوں کے حقوق سے متعلّق وہ قرضے جو میّت پر اُس کی زندگی میں حالتِ صحت کے اندر اقرار، شہادت، لوگوں کے عام مشاہدے یا لوگوں میں مشہور ہونے سے لازم ہوئے ہوں۔ مثلاً میّت نے بحالتِ صحت کسی کے قرضے کا اِقرار کیا تھا، یا کسی نے اپنے قرض کو میّت کے ذمّے لازم ہونے کو شہادت یعنی گواہی کے ذریعہ ثابت کیا تھا، یا کوئی ایسا قرض جو لوگوں کے عام مُشاہدے میں رہا ہو اور

لوگوں میں مشہور ہو ، ایسے قرضے حقوق العباد کے قرضے کہلاتے ہیں کیونکہ اِن کا مُطالبہ بندوں کی جانب سے ہے اور میّت پر اُس کی صحت مندی کی حالت میں لازم ہوئے تھے۔

● —— دوسری قسم سے مراد یہ ہے کہ بندوں کے حقوق سے متعلّق وہ قرضے جو مَرض الوفات میں میّت کے اِقرار سے لازم ہوئے ہوں، یعنی جس بیماری میں میّت کا انتقال ہوا ہے اُس بیماری میں اُس نے اپنے ذمّہ کسی کے قرضہ کا اِقرار کیا ہو اور اُس قرض پر گواہوں کی شہادت موجود نہ ہو اور نہ ہی عام لوگوں کا اُس قرض کے بارے میں کوئی مشاہدہ ہو، تو یہ قرض حقوق العباد کے دُیون تو کہلاتے ہیں لیکن چونکہ یہ مرض الوفات کے قرضے ہیں اور کوئی گواہی یا مُشاہدہ وغیرہ موجود نہیں، صرف میّت کا اپنا اِقرار ہے لہٰذا اِس کو حقوق العباد کی دوسری قسم میں شمار کیا جاتا ہے۔(مفید الوارثین:44تا46)

حقوق العباد سے متعلّق دُیون کا حکم:

بندوں کے حقوق سے متعلّق دونوں طرح کے قرضے خواہ وہ حالتِ صحت کے قرضے ہوں یا مرض الوفات کے قرضے، اُن دونوں کا حکم یہ ہے کہ حالتِ صحت کے قرضے مرض الوفات کے قرضوں سے مقدّم ہوں گے ، یعنی پہلے دَینِ صحت کی ادائیگی کی جائے گی اُس کے بعد بقیہ مال سے دَینِ مَرض اداء کیے جائیں گے ۔(الدر المختار:6/760)

پس اِس اُصول کی بنیاد پر میت کے حقوق العباد سے متعلّق قرضوں کے حکم کی صورتوں کی تفصیل یہ ہوگی:

میت پر لازم ہونے والے حقوق العباد سے متعلّق قرضوں کی ابتداءً دو صورتیں ہیں:

یا تو ایک ہی قسم (مثلاً صرف دینِ صحت یا صرف دین مَرض) کے قرضے ہوں گے یا

دونوں ہی قسم کے قرضے ہوں گے۔

پھر دونوں میں سے ہر صورت کی مزید دو دو صورتیں ہیں: ترکہ کا مال قرض کی ادائیگی کے لئے کافی ہو گا یا کافی نہیں ہو گا۔ پس اِس طرح کُل چار صورتیں بن جاتی ہیں، ہر صورت کا حکم ذیل میں ملاحظہ فرمائیں:

(1)—ایک ہی قسم کا قرضہ ہو اور ترکہ کا مال قرض کی ادائیگی کیلئے کافی ہو تو اِس صورت میں حکم واضح ہے کہ قرض کی ادائیگی بآسانی ہو سکتی ہے، لہٰذا ادائیگی کر دی جائے گی، خواہ وہ دَینِ صحت ہو یا دَینِ مَرض۔

(2)—ایک ہی قسم کا قرضہ ہو اور ترکہ کا مال قرض کی ادائیگی کیلئے کافی نہ ہو تو اس صورت میں قرض خواہوں کو مقدارِ قرض کی شرح فیصد کے اعتبار سے ادائیگی کی جائے گی، اِس لئے کہ ترکہ کم ہونے کی وجہ سے تمام قرض خواہوں کا مکمل قرضہ اداء کرنا ممکن نہیں، اور اِس شرح فیصد کے اعتبار سے ادائیگی کا طریقہ کار یہ ہوتا ہے کہ ہر ہر قرض دار کے قرضہ کو کل ترکہ کی مالیت سے ضرب دیکر حاصل شدہ کو تمام قرضوں کی کُل مالیت سے تقسیم کر دیں، حاصل ہونے والی رقم اُس قرض دار کا حصہ بنے گی۔

اِس کا فارمولہ یہ ہے:

ہر دائن کا قرضہ × کُل ترکہ ÷ مجموعی قرضہ = (اُس دائن کا حصہ)

(3)—دَینِ صحت اور دَینِ مرض دونوں قسم کے قرضے ہوں اور ترکہ قرض کی ادائیگی کیلئے کافی ہو تو اِس صورت میں حکم بالکل واضح ہے یعنی دونوں طرح کے قرضے ترکہ سے اداء کر دیے جائیں گے اِس لئے ترکہ اُن تمام قرضوں کی ادائیگی کیلئے کافی ہے

(4)——دَینِ صحت اور دَینِ مرض دونوں قسم کے قرضے ہوں اور ترکہ قرض کی ادائیگی کیلئے کافی نہ ہو تو اِس صورت میں سب سے پہلے دَینِ صحت کی ادائیگی کی جائے گی اُس کے بعد اگر کچھ مال بچے تو دَینِ مَرض کی ادائیگی کی جائے گی، اور کچھ نہ بچے تو دینِ مرض اداء نہیں جائے گا۔(مفید الوارثین:45، 46، تسہیل و تلخیص از مرتب)

تیسرا حق وصیت کا نفاذ:

ترکہ سے متعلّق تیسرا حق یہ ہے کہ تجہیز و تکفین کا خرچہ نکالنے اور قرضہ کی ادائیگی کے بعد اگر میّت نے کوئی وصیت کی ہو تو باقہ ماندہ مال میں اُس وصیّت کو نافذ کیا جائے گا۔

وصیّت کے ضروری اُمور:

وصیّت کے نفاذ میں مندرجہ ذیل چند باتوں کا خیال رکھنا ضروری ہے:

(1)——وصیت جائز کام کی ہو:

وصیّت ایسے کام کی ہو جو خلافِ شرع نہ ہو، ورنہ اُس کو پورا کرنا درست نہیں، اِس لئے کہ شریعت کا حکم یہ ہے:"وَالْوَصِیَّةُ بِالْمَعْصِیَّةِ بَاطِلَةٌ" کسی باطل کام کی وصیّت باطل ہے، اُسے پورا کرنا جائز نہیں۔(ہدایہ، باب وصیۃ الذمّی)

(2)——وصیّت ثلث یا ثلث سے کم مال میں ہو:

وصیت ترکہ کے صرف ایک تہائی مال کے اندر اندر ہونی چاہیئے، کیونکہ وصیت صرف ایک تہائی مال کے اندر نافذ ہوتی ہے، چنانچہ اِرشادِ نبوی ہے:"إِنَّ اللهَ عَزَّ وَجَلَّ أَعْطَاكُمْ عِنْدَ وَفَاتِكُمْ ثُلُثَ أَمْوَالِكُمْ زِيَادَةً فِي أَعْمَالِكُمْ" اللہ تعالیٰ نے تمہارے اَعمال میں اِضافہ کیلئے تمہیں اِس بات کی اِجازت دی ہے کہ تم اپنے اموال

کے ایک تہائی کی وصیّت کر سکتے ہو۔(طبرانی کبیر: 4129)

(3)——وارِث کیلئے وصیّت نہ ہو:

وارث کیلئے وصیت نہیں ہونی چاہیئے اِس لئے کہ ورثاء کا جو حق ہے وہ اُنہیں شریعت کے اعتبار سے ملتا ہے، لہٰذا اُن کیلئے وصیّت نہیں کی جاسکتی اور کسی نے کی ہو تو اس کا اِعتبار نہیں ہوتا، چنانچہ خطبہ حجۃ الوداع میں نبی کریم نے یہ اِرشاد فرمایا تھا۔

”إِنَّ اللَّهَ تَبَارَكَ وَتَعَالَى قَدْ أَعْطَى لِكُلِّ ذِي حَقٍّ حَقَّهُ، فَلَا وَصِيَّةَ لِوَارِثٍ“

بیشک اللہ تعالیٰ نے ہر صاحبِ حق کو اُس کا حق دیدیا ہے لہٰذا کسی وارث کیلئے وصیّت کا اِعتبار نہیں۔(ترمذی: 2120)

ہاں !اگر ورثاء دلی رضامندی کے ساتھ اجازت دیں تو تہائی مال سے زیادہ کی وصیت بھی نافذ ہوسکتی ہے اور وارث کے لئے بھی وصیت کو پورا کیا جاسکتا ہے، لیکن اس اجازت کے لئے مندرجہ ذیل چند شرائط کا پایا جانا ضروری ہے:

(1)تمام ورثاء راضی ہوں: پس اگر بعض راضی ہوں اور بعض نہ ہوں تو صرف راضی ہونے والوں کے مال میں اُن کے حصہ کے بقدر وصیت نافذ ہوگی۔(الدر المختار:6/656)

(2)تمام ورثاء بالغ ہوں: پس اگر کچھ ورثاء نابالغ اور کچھ بالغ ہوں تو نابالغوں کی اجازت کا اعتبار نہ ہوگا ۔(الدر المختار:6/656)

(3)تمام ورثاء عاقل ہوں: پس اگر کوئی وارث مجنون اور دیوانہ ہو، یعنی ہوش وحواس سے عاری ہو تو اُس کی اجازت کا اعتبار نہیں ۔(الدر المختار:6/656)

(4)دلی طور پر راضی ہوں: پس اگر صرف مروّت میں زبانی طور پر اجازت دیدی جائے تو اُس کا اعتبار نہ ہوگا۔ چنانچہ حدیث میں ہے، نبی کریم ﷺ نے اِرشاد فرمایا:

”لَا يَحِلُّ مَالُ امْرِئٍ مُسْلِمٍ إِلَّا بِطِيبِ نَفْسِهِ“کسی مسلمان کا مال اُس کی دلی رضامندی کے بغیر حلال نہیں ۔(دار قطنی: 2885)

(5)اِجازت وَفات کے بعد دی گئی ہو:یعنی مُوصی(وصیّت کرنے والے) کے مرنے کے بعد ورثاء نے اِجازت دی ہو ، زندگی میں ورثاء کی اجازت کا اعتبار نہیں ہوگا،اِس لئے کہ زندگی میں ہوسکتا ہے کہ ورثاء نے وصیّت کرنے والے کی مروّت میں یا اُس کے رُعب میں آکر اجازت دیدی ہو ۔(الدر المختار:6/651)

چوتھا حق ترکہ کی تقسیم:

ترکہ سے متعلّق چوتھا حق یہ ہے کہ تجہیز و تکفین، دیون کی ادائیگی اور وصیت کے نفاذ کے بعد باقی ماندہ ترکہ کا جو مال ہے اُس کو شریعت کے مطابق ورثاء کے درمیان تقسیم کردیا جائے ۔(سراجی)

میراث کے دَس بالترتیب مستحقین:

میراث کے دس مستحقین ہیں اور اُن کے درمیان یہ ترتیب ہے:

(1)ذوی الفروض۔ (2)عصبہ نسبی۔

(3)عصبہ سببی۔ (4)عصبہ سببی کا عصبہ بنفسہٖ۔

(5)ذوی الفروض پر ردّ۔ (6)ذوی الارحام۔

(7)مولیٰ الموالاۃ۔ (8)مُقَرلہ بالنسب علی الغیر۔

(9)مُوصیٰ لہٗ بمازاد علی الثلث۔ (10)بیت المال ۔(عالمگیری:6/443)

●—☆—☆—☆—●

تیسرا باب: وراثت سے محرومی کے اَسباب

وہ اسباب جن کی وجہ سے وراثت سے محروم ہو جاتے ہیں، "مَوانِع اِرث" کہلاتے ہیں، اور ایسے اَسباب چار ہیں:

(1)—— رِقّیت یعنی غلام ہونا۔

(2)—— قتل، یعنی وارث کا اپنے مُورِث کو قتل کر دینا۔

(3)—— اختلافِ دین، یعنی وارِث اور مُورِث کے درمیان اِسلام اور کُفر کے اعتبار سے دین کا مختلف ہونا۔

(4)—— اختلافِ دارَین۔ وارِث اور مُورث کا ایک دوسرے سے دار کا اختلاف ہونا۔

(1)—— پہلا مانع رِقّ:

یعنی غلام ہونا، خواہ کامل درجہ کا غلام ہو، جیسے: قِنٌّ۔ یا ناقص درجہ کا غلام ہو، جیسے مُکاتَب، مُدَبَّر اور اُمِّ ولَد، یہ سب غلام کی وہ اَقسام ہیں جن میں رقّیت ناقص ہوتی ہے۔

(2)—— دوسرا مانع قتل:

اِس سے مراد وہ قتل ہے جس سے قصاص یا کفّارہ لازم ہوتا ہے، گویا یہاں قتل سے مُراد اُس کی پانچ قسموں میں سے صرف پہلی چار قسمیں لی گئی ہیں جن کو قتل بالمباشرۃ کہا جاتا ہے، کیونکہ اِن میں سے پہلی قسم قتلِ عمد میں قصاص لازم ہوتا ہے اور اُس کے بعد کی تین قسمیں قتلِ شبہِ عمد، قتلِ خطاء، قتلِ شبہِ خطاء میں کفارہ لازم ہوتا ہے اور پانچویں قسم جس کو قتل بالسبب بھی کہتے ہیں، اُس میں قصاص اور کفارہ دونوں ہی لازم نہیں ہوتے، اِس لئے اُس میں وراثت سے محرومی بھی نہیں ہوتی۔

قتل کی غیر مانع صورتیں:

قتل کی کچھ ایسی صورتیں ہیں جو وراثت سے مانع نہیں ہوتیں، ایسی صورتیں مندرجہ ذیل ہیں:

(1) قتل بالحق: کسی حق کی وجہ سے قتل کرنا، جیسے قصاص میں کسی کو قتل کرنا۔

(2) قتل بعذرٍ: کسی عذر کی وجہ سے قتل کرنا، جیسے شوہر کا بیوی کو زنا کی حالت میں دیکھ کر غیرت کی وجہ سے قتل کر دینا۔

(3) قتل من غیر المکلّف: یعنی وہ قتل جو کسی غیر مکلّف سے صادر ہوا ہو، جیسے مجنون اور نابالغ بچہ اگر کسی کو قتل کر دیں تو وہ وراثت سے محروم نہ ہوں گے اِس لئے کہ یہ اُمورِ شرع کے فی الحال مکلّف نہیں۔(حاشیہ تسہیل السراجی:63)

(3)—— تیسرا مانع اختلافِ دِین:

یعنی اِسلام اور کفر کے اعتبار سے فرق ہو تو وراثت جاری نہیں ہوتی، پس نہ مسلمان کسی کافر کا وارث ہو سکتا ہے اور نہ کافر کسی مسلمان کا۔ واضح رہے کہ کفار آپس میں ایک دوسرے کے وارث ہوں گے اگرچہ اُن میں ملت کا فرق ہو، کیونکہ اختلافِ مِلل کے باوجود وہ ملت واحدہ کے حکم میں ہیں۔لأن الکفر ملۃ واحدۃ ۔(حاشیہ سراجی:5)

کافر اور مسلمان کے درمیان وراثت:

کافر خواہ وہ کسی بھی قسم کا ہو وہ کسی مسلمان کا وارث نہیں ہوتا، یہ تو اجماعی مسئلہ ہے۔ البتہ مسلمان کسی کافر کا وارث ہوتا ہے یا نہیں، اِس بارے میں جمہور کی رائے یہی ہے کہ مسلمان بھی کسی کافر کا وارِث نہیں ہوتا، جبکہ اس میں حضرت معاذ، معاویہ، حسن بصری اور مسروق رحمۃ اللہ علیہم کا اختلاف ہے، اُن کے نزدیک مسلمان کافر کا وارِث ہوتا ہے۔

مسلمان اور مُرتَد کے درمیان وراثت:

مُرتَد مسلمان کا وارث نہیں ہوتا، یہ تو اجماعی مسئلہ ہے۔ البتہ مسلمان کسی مُرتد کا وارِث ہوتا ہے یا نہیں اِس میں تفصیل یہ ہے کہ صرف اِرتداد سے قبل کمائے گئے مال میں وارِث ہوگا اور اِرتداد کے بعد کمائے مال میں نہیں۔ یعنی اُس مرتد شخص نے مرتد ہونے سے پہلے اِسلام کی حالت میں جو مال کمایا ہو اُس میں مسلمان وارِث ہوگا اور جو مرتد ہونے کے بعد مال کمایا ہو اُس میں مسلمان وارِث نہیں ہوگا، بلکہ اُس مال کی حیثیت "مالِ فَی" کی ہوگی چنانچہ وہ بیت المال میں داخل کردیا جائے گا۔(الشریفیہ:14)

(4)—— چوتھا اختلافِ دارَین:

یعنی دو کافروں کے درمیان دار الاسلام اور دار الحرب کا فرق ہو یا دو کافروں کے درمیان مختلف دار الحرب کا فرق ہو تو وراثت جاری نہیں ہوتی، لیکن یہ مانع کفار کے اعتبار سے ہے مسلمانوں کے لئے نہیں، پس مسلمان دو مختلف دار میں بھی ہوں تو ایک دوسرے کے وارث ہوں گے۔

اختلافِ دار کی صورتیں:

(1) حقیقۃً اختلاف :(جیسے حربی اور ذمّی)

کیونکہ حربی دار الحرب میں اور ذمّی دار الاسلام میں ہوتا ہے، پس گویا دونوں کے درمیان حقیقی طور پر دار کا اختلاف پایا جاتا ہے۔

(2) حکماً اختلاف:(جیسے مستامن اور ذمّی)۔

اِس لئے کہ دونوں ہی دار الاسلام میں ہیں لیکن مُستامن عارضی طور پر ہے جبکہ ذمّی مستقل طور پر، پس گویا دونوں ایک دار میں ہونے کے باوجود بھی حکمی طور پر دار کا

اختلاف رکھتے ہیں۔ یا جیسے دو مختلف دار الحرب کے حربی، کیونکہ دونوں ہی حربی کافر ہیں لیکن دونوں الگ الگ دار کے ہیں لہٰذا اُن کے درمیان ایک دار ہونے کے باوجود حکمی طور پر دار کا اختلاف پایا جاتا ہے۔

اختلافِ دارین کا تحقق:

دارَین کے مختلف ہونے کا معیار یہ ہے کہ دونوں داروں کا حاکم اور فوج الگ الگ ہو اور اُن کے درمیان اپنے دشمنوں کے خلاف تناصر اور تعاوُن نہ ہو، اگر یہ دونوں نہیں ہوں گے تو مختلف دار نہیں کہلائیں گے۔(الشریفیہ:16)

●—☆—☆—☆—●

چوتھا باب: ذوی الفروض (اَصحابِ حصص)

ذوی الفروض کی تعریف:

كُلُّ مَنْ كَانَ لَهُ سَهْمٌ مُقَدَّرٌ فِي كِتَابِ اللَّهِ تَعَالَى أَوْ فِي سُنَّةِ رَسُولِهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَعَلَى آلِهِ وَسَلَّمَ أَوْ بِالْإِجْمَاعِ.

ذوی الفروض وہ رشتہ دار کہلاتے ہیں جن کا قرآن کریم، سنتِ رسول اللہ ﷺ یا اجماعِ امت سے کوئی حصہ مقرر ہو۔(عالمگیری:6/443)

فائدہ: شریعت میں سہام یعنی حصص کی تعداد چھ ہے:

(1) نصف۔یعنی آدھا۔($\frac{1}{2}$) (4) ثلثان۔یعنی دو تہائی۔($\frac{2}{3}$)

(2) رُبع۔یعنی چوتھائی۔($\frac{1}{4}$) (5) ثلث۔یعنی ایک تہائی۔($\frac{1}{3}$)

(3) ثمن۔یعنی آٹھواں۔($\frac{1}{8}$) (6) سُدس۔یعنی چھٹا۔($\frac{1}{6}$)

شریعت میں جن رشتہ داروں کیلئے اِن مذکورہ چھ حصوں میں سے کوئی سَہم (یعنی حصہ) مقرر کیا گیا ہے وہ ذوی الفروض کہلاتے ہیں۔

ذوی الفروض کی تعداد:

شریعت میں ذوی الفروض یعنی اصحابِ حصص کی تعداد بارہ ہے، اُن میں سے مَردوں کے اندر چار اور عورتوں میں آٹھ ہیں:

مَردوں میں چار یہ ہیں: (1) اَب۔(2) جَدّ۔(3) اَخ لاُمّ۔(4) زوج۔

عورتوں میں آٹھ یہ ہیں: (1) زوجہ۔(2) بنت۔(3) بنت الاِبن۔(4) اُخت لاَب و اُمّ۔(5) اُخت لاب۔(5) اُخت لاُمّ۔(6) اُمّ۔(7) جَدّہ صحیحہ۔

اِن بارہ ذوی الفروض کو مختلف احوال اور مختلف صورتوں میں مختلف حصص ملتے ہیں اور احوال کے مختلف ہونے کی صورت میں اُن حصوں میں بھی فرق آجاتا ہے، اور اِس کی تفصیل خود قرآن و حدیث کے اندر پیش کی گئی ہے۔ ایسے احوال اور صورتیں "ذوی الفروض کے احوال" کہلاتے ہیں۔ اُن احوال کی تفصیل درج ذیل ہے:

❁ذوی الفروض کے احوال❁

احوال الأب (والد کے احوال)

(1) مرنے والے کی کسی بھی قسم کی مذکّر و مؤنّث، بواسطہ یا بلاواسطہ اولاد نہ ہو تو اُس کے والد کو "عصبہ محض" بنایا جاتا ہے، اور عصبہ محض کا مطلب یہ ہے کہ اِس صورت میں والد کو ذوی الفروض نہیں بلکہ صرف عصبہ ہونے کی حیثیت سے بقیہ مال ملتا ہے۔

(2) مرنے والے کی مذکّر و مؤنّث دونوں طرح کی اولاد ہوں، خواہ بواسطہ ہو یا بلاواسطہ تو اُس کے والد کو "سدسِ محض" ملتا ہے، یعنی اِس صورت میں عصبہ نہیں بلکہ صرف ذوی الفروض ہونے کی حیثیت سے چھٹا حصہ ملتا ہے۔

(3) مرنے والے کی صرف مذکّر اولاد ہو، خواہ بواسطہ یا بلاواسطہ، ایک ہو یا ایک سے زائد، تو اِس صورت میں بھی اُس کے والد کو "سدسِ محض" ملتا ہے۔

(4) مرنے والے کی صرف مؤنّث اولاد ہو، خواہ بواسطہ یا بلاواسطہ، ایک ہو یا ایک سے زائد، تو اُس کے والد کو "سدس مع العصبہ" ملے گا، یعنی ابتداءً ترکہ کا چھٹا حصہ ملے گا اور پھر آخر میں باقی ماندہ ترکہ بھی عصبہ ہونے کی حیثیت سے دیا جائے گا۔

والد کے مذکورہ بالا احوال کا مختصر اخاکہ یہ ہے:

شمار	صورتیں	حصص
1	میت کی کسی قسم کی اولاد نہ ہو۔	عصبہ محض
2	میت کی مذکر و مؤنث دونوں طرح کی اولاد ہو۔	سدس محض
3	صرف مذکر اولاد ہو۔	سدس محض
4	صرف مؤنث اولاد ہو۔	سدس مع العصبہ

احوال الجدّ الصحیح (دادا کے احوال)

(1) مرنے والے کے والد حیات ہوں تو اُس کے دادا کو کچھ نہیں ملے گا۔ یہ سقوط کی حالت کہلاتی ہے، کیونکہ اِس صورت میں دادا وراثت سے محروم ہوتے ہیں۔

(2) مرنے والے کے والد نہ ہوں اور اُس کی کسی بھی قسم کی مذکّر و مؤنّث، بواسطہ یا بلاواسطہ اولاد بھی نہ ہو تو اُس کے دادا کو "عصبہ محض" بنایا جاتا ہے، اور عصبہ محض کا مطلب یہ ہے کہ اِس صورت میں دادا کو ذوی الفروض نہیں بلکہ صرف عصبہ ہونے کی حیثیت سے بقیہ مال ملتا ہے۔

(3) مرنے والے کے والد نہ ہوں اور اُس کی مذکّر و مؤنّث دونوں طرح کی اولاد ہو، خواہ بواسطہ ہو یا بلاواسطہ تو اُس کے دادا کو "سدسِ محض" ملتا ہے، یعنی اِس صورت میں دادا کو عصبہ نہیں بلکہ صرف ذوی الفروض ہونے کی حیثیت سے چھٹا حصہ ملتا ہے۔

(4) مرنے والے کے والد نہ ہوں اور اُس کی صرف مذکّر اولاد ہو، بواسطہ ہو یا بلاواسطہ، ایک ہو یا ایک سے زائد، تو اس صورت میں بھی دادا کو "سدسِ محض" ملتا ہے۔

(5) مرنے والے کے والد نہ ہوں اور اُس کی صرف مؤنّث اولاد ہو ، خواہ بواسطہ یا

بلاواسطہ، ایک ہو یا ایک سے زائد، تو اُس کے والد کو "سدس مع العصبہ" ملے گا۔

دادا کے مذکورہ احوال کا مختصر اخاکہ یہ ہے:

شمار	صورتیں	حصص
1	میت کا باپ ہو۔	سقوط
2	باپ نہ ہو اور میت کی کسی قسم کی اولاد بھی نہ ہو۔	عصبہ محض
3	باپ نہ ہو اور مذکر و مؤنث دونوں طرح کی اولاد ہوں۔	سدس محض
4	میت کا باپ نہ ہو اور صرف مذکر اولاد ہو۔	سدس محض
5	میت کا باپ نہ ہو اور صرف مؤنث اولاد ہو۔	سدس + عصبہ

احوال الاِخوۃ لاُمّ (خیفی یعنی ماں شریک بھائی بہنوں کے احوال)

خیفی یعنی ماں شریک بھائی بہن کے احوال ایک ہی طرح کے ہیں اِس لئے اُن کو مشترکہ طور پر ایک ساتھ ہی ذکر کیا جارہا ہے:

(1) مرنے والے کا صرف ایک خیفی بھائی یا بہن ہو تو اُس کو سدس ملے گا۔

(2) مرنے والے کے ایک سے زائد خیفی بھائی بہن ہوں خواہ سب بھائی یا سب بہن یا دونوں طرح کے ہوں تو اُن کو ثلث یعنی ایک تہائی ملے گا، اور وہ ثلث اُن سب کے درمیان مساوی طور پر تقسیم ہو گا، بھائی کو بہن کے مقابلے میں دوگنا نہیں دیا جائے گا۔

(3) مرنے والے کے اُصول و فروع یعنی والد، دادا وغیرہ یا بیٹا، بیٹی، پوتا پوتی وغیرہ میں سے کوئی موجود ہو تو خیفی بھائی بہن محروم ہو جائیں گے۔

مذکورہ بالا احوال کا خلاصہ یہ ہے:

شمار	صورتیں	حصص
1	خیفی بھائی یا بہن ایک ہو۔	سدس
2	خیفی بھائی بہن دو یا دو سے زیادہ ہوں۔	ثلث
3	اصول وفروع (مذکر ومؤنث، بواسطہ بلاواسطہ اولاد) میں سے کوئی ہو۔	سقوط

احوال الزّوج

(1) مرنے والی عورت کی کسی بھی قسم کی مذکر ومؤنث، بواسطہ یا بلاواسطہ بالکل اولاد نہ ہو تو اس صورت میں اُس کے شوہر کو نصف یعنی آدھا ترکہ ملے گا۔

(2) مرنے والی عورت کی کسی بھی قسم کی مذکر ومؤنث، بواسطہ یا بلاواسطہ ایک یا ایک سے زائد اولاد ہو تو اُس کے شوہر کو ربع یعنی ترکہ کا چوتھائی حصہ ملے گا۔

مذکورہ احوال کا نقشہ درج ذیل ہے:

شمار	صورتیں	حصص
1	مرنے والی کی مذکر ومؤنث، بواسطہ یا بلاواسطہ اولاد نہ ہو۔	نصف
2	مرنے والی کی مذکر ومؤنث، بواسطہ یا بلاواسطہ ایک یا ایک سے زائد اولاد ہو۔	رُبع

احوال الزّوجہ

(1) مرنے والے کی کسی بھی قسم کی مذکر ومؤنث، بواسطہ یا بلاواسطہ بالکل اولاد نہ ہو تو اس صورت میں اُس کی بیوی کو رُبع یعنی ترکہ کا چوتھائی حصہ ملے گا۔

(2) مرنے والے کی کسی بھی قسم کی مذکر ومؤنث، بواسطہ یا بلاواسطہ ایک یا ایک سے

زائد اولاد ہو تو اُس کی بیوی کو ثمن یعنی ترکہ کا آٹھواں حصہ ملے گا۔

مذکورہ احوال کا نقشہ درج ذیل ہے:

شمار	صورتیں	حصص
1	میت کی کسی قسم کی اولاد (مذکر و مؤنث، بواسطہ یا بلاواسطہ) نہ ہو۔	رُبع
2	مرنے والے کی کسی بھی قسم کی مذکر و مؤنث، بواسطہ یا بلاواسطہ ایک یا ایک سے زائد اولاد ہو۔	ثمن

احوال البنات الصلبیہ (حقیقی بیٹیوں کے احوال)

(1) مرنے والے کی ایک ہی حقیقی بیٹی ہو تو اُس کو نصف یعنی ترکہ کا آدھا حصہ ملے گا۔

(2) مرنے والے کی ایک سے زائد بیٹیاں ہوں تو اُن کو ثلثان یعنی دو تہائی حصہ ملے گا۔

(3) مرنے والے کی حقیقی بیٹی (خواہ ایک ہو یا ایک سے زیادہ) کے ساتھ حقیقی بیٹا آجائے تو وہ اُن بیٹیوں کو عصبہ بنالے گا اور اُن بیٹوں اور بیٹیوں کے درمیان "**لِلذَّکَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنْثَیَیْنِ**" کے ضابطہ کے مطابق ترکہ تقسیم ہو گا، یعنی بیٹے کو بیٹی سے دوگنا حصہ دیا جائے گا۔

مذکورہ احوال کا نقشہ درج ذیل ہے:

شمار	صورتیں	حصص
1	مرنے والے کی ایک بیٹی ہو۔	نصف
2	مرنے والے کی دو یا دو سے زیادہ بیٹیاں ہوں۔	ثلثان
3	مرنے والے کا بیٹا بھی موجود ہو۔	عصبہ

احوال بنات الاِبن (پوتیوں کے احوال)

(1) مرنے والے کی ایک پوتی ہو تو اُس کو نصف یعنی ترکہ کا آدھا حصہ ملے گا۔

(2) مرنے والے کی ایک سے زیادہ پوتیاں ہوں اور حقیقی بیٹی بالکل نہ ہوں تو پوتیوں کو ثلثان یعنی ترکہ کا دو تہائی حصہ ملے گا۔

(3) مرنے والے کی ایک سے زیادہ پوتیاں ہوں اور ایک حقیقی بیٹی بھی موجود ہو تو پوتیوں کو سدس یعنی چھٹا حصہ ملے گا، اِس لئے کہ ذوی الفروض ہونے کی حیثیت سے عورتوں کا حصہ ثلثان سے زیادہ نہیں ہوتا، اور مذکورہ صورت حال میں ایک حقیقی بیٹی کو نصف دینے کے بعد دو تہائی کو مکمل کرنے کیلئے صرف سدس ہی بچتا ہے جو پوتیوں کو دیا جاسکتا ہے لہٰذا وہ سدس پوتیوں کو دیدیا جائے گا۔

(4) مرنے والے کی ایک سے زیادہ پوتیاں ہوں اور اُن کے ساتھ ایک سے زائد حقیقی بیٹیاں بھی موجود ہوں تو پوتیوں کو کچھ نہیں ملے گا، اِس لئے کہ ایک سے زائد حقیقی بیٹیاں ترکہ کا ثلثان یعنی دو تہائی لے لیں گی اور پھر پوتیوں کیلئے ذوی الفروض ہونے کی حیثیت سے دینے کیلئے کچھ نہیں بچے گا، اِس لئے وہ محروم ہوں گی۔

(5) چوتھی صورت میں یعنی جبکہ ایک سے زیادہ پوتیاں ہوں اور اُن کے ساتھ ایک سے زائد حقیقی بیٹیاں بھی موجود ہوں تو پوتیاں محروم ہوتی ہیں لیکن اس صورت میں پوتیوں کے ساتھ اگر اُن کے مُحاذات (یعنی برابر کے درجہ) میں یا اُن کے اَسفل (یعنی نیچے کے درجہ) میں کوئی مذکّر یعنی ابن آجائے تو وہ اُن پوتیوں کو عصبہ بنالے گا اور اُن کے درمیان "لِلذَّکَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنْثَیَیْنِ" کے ضابطہ کے مطابق ترکہ تقسیم ہو گا، یعنی لڑکے کو لڑکی سے دوگنا حصہ دیا جائے گا۔

(6) مرنے والے کی پوتیوں کے ساتھ کوئی بیٹا بھی موجود ہو تو پوتیاں محروم ہو جاتی ہیں اِسی طرح پڑپوتیوں کے ساتھ اگر پوتا بھی موجود ہو تو پڑپوتی محروم ہو جائیں گی، گویا اُوپر کے درجہ کا اِبن نیچے کے درجہ کی پوتیوں کو محروم کر دیتا ہے۔

مذکورہ احوال کا نقشہ ذیل میں ملاحظہ فرمائیں:

شمار	صورتیں	حصص
1	بنت الابن ایک ہو۔	نصف
2	دو یا دو سے زیادہ ہوں اور بناتِ صلبیہ بالکل نہ ہوں۔	ثلثان
3	ایک بنتِ صلبیہ بھی ساتھ میں ہو۔	سدس
4	ایک سے زیادہ بناتِ صلبیہ ہوں۔	محروم
5	چوتھی صورت میں جبکہ بنات الابن کے محاذاۃ یا اَسفل میں کوئی مذکر معصِّب بھی ہو۔	عصبہ
6	میت کا ابن موجود ہو۔	محروم

احوال الأخوات لأب واُمّ

(1) مرنے والے کی ایک حقیقی بہن ہو تو اُس کو ترکہ کا نصف حصہ ملے گا۔

(2) مرنے والے کی ایک سے زائد حقیقی بہن ہوں تو اُن کو ثلثان ملے گا۔

(3) مرنے والے کی حقیقی بہنوں کے ساتھ حقیقی بھائی بھی موجود ہو تو وہ اُن کو عصبہ بنالے گا، اور اُن کے درمیان "**لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنْثَيَيْنِ**" کے ضابطہ کے مطابق ترکہ تقسیم ہوگا، یعنی بھائی کو بہن سے دوگنا حصہ دیا جائے گا۔

(4)اگر حقیقی بہنوں کے ساتھ مرنے والے کی فروعِ مؤنّث یعنی بیٹی یا پوتی وغیرہ موجود ہوں تو حقیقی بہن عصبہ بن جائیں گی۔

(5)مرنے والے کے اُصول یعنی باپ، دادا وغیرہ یا فروعِ مذکّر یعنی بیٹا، پوتا وغیرہ بھی موجود ہو تو حقیقی بہنیں محروم ہو جائیں گی۔

مذکورہ احوال کا نقشہ مندرجہ ذیل ہے:

شمار	صورتیں	حصص
1	حقیقی بہن ایک ہو۔	نصف
2	حقیقی بہن دو یا دو سے زیادہ ہوں۔	ثلثان
3	حقیقی بہن کے ساتھ حقیقی بھائی بھی موجود ہو۔	عصبہ
4	فروعِ مؤنث (بنت، بنت الابن وغیرہ) میں سے کوئی موجود ہو	عصبہ
5	اصول یا فروعِ مذکر (ابن یا ابن الابن) میں سے کوئی موجود ہو	سقوط

احوال الأخوات لأب

(1)مرنے والے کی ایک علاّتی بہن ہو تو اُس کو ترکہ کا نصف حصہ ملے گا۔

(2)مرنے والے کی ایک سے زائد علاّتی بہن ہو اور حقیقی بہن بالکل موجود نہ ہو تو اُن کو ثلثان یعنی ترکہ کا دو تہائی حصہ ملے گا۔

(3)مرنے والے کی ایک سے زائد علاّتی بہن ہو اور ایک حقیقی بہن بھی موجود ہو تو علاّتی بہنوں کو سدس ملے گا اور اس کی وجہ وہی ہے جو بنات الابن کے احوال میں گزرا۔

(4) مرنے والے کی ایک سے زائد علاّتی بہن ہو اور ایک سے زائد حقیقی بہن موجود

ہوں تو علاّتی بہن محروم ہو جائیں گی، اور اِس کی وجہ بھی گزر چکی ہے۔

(5) اگر مرنے والے کی علاّتی بہنوں کے ساتھ علاّتی بھائی بھی موجود ہو تو وہ اُن کو عصبہ بنالے گا، اور اُن کے درمیان "**لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنْثَيَيْنِ**" کے ضابطہ کے مطابق ترکہ تقسیم ہو گا، یعنی بھائی کو بہن سے دو گنا حصہ دیا جائے گا۔

(6) اگر مرنے والے کی علاّتی بہنوں کے ساتھ فروعِ مؤنّث یعنی بیٹی پوتی وغیرہ موجود ہو تو علاّتی بہن عصبہ بنا جائیں گی۔

(7) مرنے والے کے اُصول یعنی باپ، دادا وغیرہ یا فروعِ مذکّر یعنی بیٹا، پوتا وغیرہ یا حقیقی بھائی یا حقیقی بہن جبکہ فروعِ مؤنّث کی وجہ سے عصہ بن رہی ہو تو اِن چاروں صورتوں میں علاّتی بہنیں محروم ہو جائیں گی۔

مذکورہ احوال کا نقشہ مندرجہ ذیل ہے:

شمار	صورتیں	حصص
1	مرنے والے کی علاّتی بہن ایک ہو۔	نصف
2	دو یا دو سے زیادہ ہوں اور اخواتِ حقیقیہ نہ ہوں۔	ثلثان
3	ایک اُختِ حقیقیہ ہو۔	سدس
4	دو یا دو سے زیادہ اخواتِ حقیقیہ ہوں۔	محروم
5	اَخ لأب بھی موجود ہو۔	عصبہ
6	فروعِ مؤنث میں سے کوئی ہو۔	عصبہ
7	اصول، فروعِ مذکر، اَخِ حقیقی یا اُختِ حقیقیہ جبکہ بنت کی وجہ سے عصبہ ہو کر آئے۔	سقوط

احوال الامّ

(1) مرنے والے کی کسی بھی قسم کی مذکّر یا مؤنّث، بواسطہ یا بلاواسطہ، ایک یا ایک سے زائد اولاد ہو یا کسی بھی قسم کے ایک سے زائد بھائی بہن موجود ہوں تو ماں کو سدس یعنی چھٹا حصہ ملے گا۔

(2) مرنے والے کی کسی بھی قسم کی اولاد نہ ہو اور کسی بھی قسم کے بھائی بہن بالکل نہ ہو یا اگر ہو تو ایک ہی ہو تو ماں کو ثلث الکل یعنی کُل ترکہ کا ثلث ملے گا۔

(3) مرنے والے کے والد کے ساتھ اَحد الزّوجین (یعنی شوہر یا بیوی) موجود ہو تو ماں کو "ثلث مابقی" ملے گا، اور اِس کا مطلب یہ ہے کہ زَوجین میں سے جو بھی ہو سب سے پہلے اُس کا حصہ نکالا جائے گا اُس کے بعد باقی ماندہ ترکہ کا ثلث ماں کو دیا جائے گا۔

اِس کی دو ہی صورتیں بنتی ہیں: ایک یہ کہ مرنے والی عورت کے ماں باپ اور شوہر موجود ہو۔ اور دوسری صورت یہ ہے کہ مرنے والے شوہر کے ماں باپ اور بیوی موجود ہو۔ پس اِن دونوں صورتوں میں ماں کو "ثلث مابقی" ملے گا۔

مذکورہ احوال کا نقشہ درج ذیل ہے:

شمار	صورتیں	حصص
1	مرنے والے کی کسی بھی قسم کی اولاد یا کسی بھی قسم کے ایک سے زیادہ بھائی بہن ہوں۔	سدس
2	پہلی صورت میں سے کوئی نہ ہو۔	ثلث الکل
3	مرنے والے کی ماں اَب اور اَحد الزوجَین کے ساتھ آئے۔	ثلث مابقی

احوال الجدّۃ الصحیحۃ

(1) مرنے والے کی جدّہ صحیحہ خواہ ابویہ ہو یا اُمویہ، یعنی باپ کی جانب سے ہو یا ماں کی جانب سے، اگر ایک ہو تو اُن کو سدس ملے گا اِسی طرح اگر ایک سے زائد ہوں تب بھی اُنہیں مشترکہ طور پر سدس ملے گا، بشرطیکہ وہ سب درجہ کے اعتبار سے مساوی ہوں، ورنہ قریب کے درجہ والی کو سدس ملے گا اور بعید درجہ والی محروم ہوں گی۔

(2) اگر مرنے والے کے والد یا دادا موجود ہوں تو جدّہ ابویہ یعنی باپ کی جانب والی جدّہ محروم ہو جاتی ہیں اور اگر مرنے والے کی ماں موجود ہو تو ہر قسم کی جدّہ (خواہ ابویہ ہو یا اُمویہ) محروم ہو جاتی ہیں، اِسی طرح اگر ایک سے زائد جدّہ موجود ہوں اور اُن میں قریب اور دور کی جدہ کا فرق ہو تو قریب والی جدّہ جس کے واسطے کم ہوں اُس کو ملتا ہے اور دور کی جدہ جس کے واسطے زیادہ ہوں وہ محروم ہو جاتی ہیں۔

مذکورہ احوال کا نقشہ درج ذیل ہے:

شمار	صورتیں	حصص
1	اَبوِیہ ہوں یا اُمَوِیہ، ایک ہوں یا زیادہ، بشرطیکہ متحاذی فی الدّرجہ اور صحیحہ ہوں۔	سدس
2	اَبَوِیہ کے ساتھ اَب یا جَد آجائے، مطلقاً اُم آجائے یا کسی بھی جہت سے قُربیٰ آجائے۔	سقوط

●—☆—☆—☆—●

پانچواں باب: عصبات

عصبات کی لغوی اور اِصطلاحی تعریف:

لُغۃً:

عصبات "عصبۃ" کی جمع مؤنّث سالم ہے، اور لغت میں اس کا معنی "کسی چیز کا اِحاطہ کرنے" کے آتے ہیں، چنانچہ عربوں کے مُحاورے میں کہا جاتا ہے "عَصَبَ القَومُ بِفلانٍ" لوگوں نے فلاں شخص کو چاروں طرف سے گھیر لیا ہے۔ اور چونکہ عصبات بھی میّت کو چاروں جانب سے گھیر لیتے ہیں چنانچہ نیچے کی جانب بیٹا پوتا وغیرہ، اوپر کی جانب والد اور دادا وغیرہ، اَطراف اور جوانب میں بھائی اور چچا، گویا میّت اِن سب عصبات کے درمیان گھری ہوئی ہوتی ہے، اِس لئے اِن کو عصبات کہا جاتا ہے۔

اِصطلاحاً:

كُلُّ مَنْ لَيْسَ لَهُ سَهْمٌ مُقَدَّرٌ وَيَأْخُذُ مَا بَقِيَ مِنْ سِهَامِ ذَوِي الْفُرُوضِ وَإِذَا انْفَرَدَ أَخَذَ جَمِيعَ الْمَالِ۔ ہر وہ رشتہ دار جس کا شریعت میں کوئی مقررہ حصہ نہ ہو اور ذوی الفروض کے ساتھ آنے کی صورت میں ذوی الفروض کا باقی ماندہ مال حاصل کرے اور اکیلے ہونے کی صورت میں جمیع مال کا مستحق ہو۔(عالمگیری:6/451)

عصبہ کی اقسام:

عصبہ کی ابتداءً دو قسمیں ہیں: (1)عصبہ نسبیہ۔ (2)عصبہ سببیہ۔

پھر عصبہ نسبیہ کی تین قسمیں ہیں:

(1)عصبہ بنفسہٖ۔ (2)عصبہ بالغیر۔ (3)عصبہ مع الغیر۔

عصبہ نسبیہ:

عصبہ نسبیہ اُن رشتہ داروں کو کہتے ہیں جن کا میت سے ولادت کا تعلّق ہو۔(طرازی:104)

عصبہ نسبیہ کی تین قسمیں مندرجہ ذیل ہیں:

عصبہ بنفسہٖ:

هُوَ كُلُّ ذَكَرٍ لَا يَدْخُلُ فِي نِسْبَتِهِ إِلَى الْمَيِّتِ أُنْثَى۔

ہر وہ مذکر جس کی میت کی طرف نسبت کرتے ہوئے مؤنث کا واسطہ نہ آئے۔ جیسے: بیٹا اور والد وغیرہ۔(عالمگیری:6/451)(سراجی:14)

عصبہ بنفسہٖ کی چار اصناف ہیں:

(1)جزء المیّت: بیٹا، پوتا، پڑپوتا وغیرہ نیچے تک۔

(2)اصل المیّت: والد، دادا، پڑدادا وغیرہ اوپر تک۔

(3)جزء اب المیّت: حقیقی بھائی، علّاتی بھائی، حقیقی بھائی کے بیٹے، علّاتی بھائی کے بیٹے۔

(4)جزء جدِّ المیّت: چچا، چچا کے بیٹے۔

عصبہ بالغیر:

هِيَ كُلُّ أُنْثَى تَصِيرُ عَصَبَةً بِذَكَرٍ يُوَازِيهَا۔

ہر وہ مؤنث جو اپنے بھائی کے ساتھ آجانے کی وجہ سے عصبہ بن جائے وہ عصبہ بالغیر کہلاتی ہے۔ اور ایسی عورتیں جو اپنے بھائی کے ساتھ آکر عصبہ بنتی ہیں وہ چار ہیں۔ اور یہ وہی ہیں جن کا ذوی الفروض کے احوال میں تذکرہ گزر چکا ہے یعنی وہ عورتیں جو ایک ہونے کی صورت میں نصف اور ایک سے زائد ہونے کی صورت میں ثلثان کی مستحق

ہوتی ہیں، یعنی بیٹی، پوتی، حقیقی بہن اور علّاتی بہن۔(عالمگیری:6/451)(سراجی:15)

عصبہ مع الغیر:

كُلُّ أُنْثَى تَصِيرُ عَصَبَةً مَعَ أُنْثَى أُخْرَى۔

ہر وہ مؤنث جو کسی دوسری مؤنث کے ساتھ آنے کی وجہ سے عصبہ بن جائے۔ جیسے: حقیقی بہن اور علّاتی بہن جبکہ یہ دونوں بنت یا بنت الاِبن یعنی بیٹی یا پوتی کے ساتھ آجائیں تو عصبہ بن جاتی ہیں۔(عالمگیری:6/451)(سراجی:15)

عصبات میں ترجیح کے طریقے:

عصبات کی پہلی قسم عصبہ بنفسہٖ میں غور کیا جائے تو تین طرح کے فرق نظر آتے ہیں:

(1)صنف کا فرق۔ (2)واسطہ کا فرق۔ (3)قوّت کا فرق۔

پہلا فرق: صنف کا فرق:

بیٹے اور والد کے درمیان، یا والد اور بھائی کے درمیان، یا بھائی اور چچا کے درمیان صنف کا فرق ہے، اِس لئے کہ بیٹا پہلی صنف سے، والد دوسری صنف سے، بھائی تیسری صنف سے اور چچا چوتھی صنف سے تعلّق رکھتے ہیں، لہٰذا مذکورہ مثالوں میں اِن سب کے درمیان صنف کا واضح فرق نظر آتا ہے۔

دوسرا فرق: واسطہ کا فرق:

بیٹے اور پوتے کے درمیان، یا والد اور دادا کے درمیان، حقیقی بھائی اور اُس کے بیٹے کے درمیان، یا چچا اور اُن کے بیٹے کے درمیان واسطہ کا واضح فرق پایا جاتا ہے، اِس لئے کہ

بیٹا بلا واسطہ ہے جبکہ پوتا واسطہ کے ساتھ ہے،اِس طرح والد بلاواسطہ ہیں جبکہ دادا واسطہ کے ساتھ ہیں اِسی طرح حقیقی بھائی بلاواسطہ ہے جبکہ حقیقی بھائی کا بیٹا واسطہ کے ساتھ ہے اور یہی معاملہ چچا اور اُن کے بیٹے میں بھی ہے۔

تیسرا فرق: قوّت کا فرق:

جیسے حقیقی بھائی اور علّاتی بھائی کے درمیان، یا حقیقی چچا اور علّاتی چچا کے درمیان صنف یا واسطہ کا فرق نہیں، کیونکہ دونوں ایک ہی صنف میں سے ہیں اور بغیر واسطہ کے میّت سے تعلّق رکھتے ہیں، لیکن ان کے درمیان رشتہ کے قوی یا ضعیف ہونے کا فرق ہے،اِس لئے کہ حقیقی بھائی میّت کیلیئے ماں اور باپ دونوں کی جانب سے رشتہ دار ہے جبکہ علّاتی صرف والد کی جانب سے رشتہ رکھتا ہے،ماں کی جانب سے نہیں، اور یہی حال حقیقی اور علّاتی چچا کے درمیان بھی واضح ہے۔

پس مذکورہ بالا فروق کے لحاظ سے عصبات میں ترجیح کے 3 طریقے ذکر کیے جاتے ہیں:

(1)ترجیح بالجہۃ۔ (2)ترجیح بالقرب۔ (3)ترجیح بالقوّۃ۔

ترجیح بالجہۃ:

اعلیٰ صنف کو ادنیٰ صنف پر ترجیح دی جائے گی،اِس کو "جہتِ عصوبت" کی ترجیح بھی کہا جاتا ہے،یعنی جب ایک سے زائد عصبات میں صنف کا فرق ہو تو اعلیٰ صنف کو ادنیٰ صنف پر ترجیح دی جاتی ہے۔ جیسے ابن (جو کہ پہلی صنف سے تعلّق رکھتا ہے،اس) کے ہوتے ہوئے بقیہ تینوں صنفوں یعنی اب، جد، اِخ عینی، اِخ علّاتی اور عم کو ترجیح نہیں دی

جائے گی۔اِسی طرح اَب (جو کہ دوسری صنف سے تعلّق رکھتا ہے، اس) کے ہوتے ہوئے بقیہ دونوں صنف کے عصبہ وارث نہیں ہوں گے۔

ترجیح بالقرب:

اقرب کے ہوتے ہوئے اَبعَد محجوب ہوتا ہے۔یعنی جب ایک صنف کے ایک سے زائد عصبہ کے درمیان واسطہ کے ہونے نہ ہونے یاواسطہ کے کم یازیادہ ہونے کا فرق ہوتو بلا واسطہ یا کم واسطے کے ساتھ عصبہ بننے والے کو واسطہ یا زیادہ واسطے کے ساتھ ہونے والے عصبہ پر ترجیح دیدی جاتی ہے۔

جیسے: ابن کی موجودگی میں ابن الابن محجوب ہوگا۔اب کے ہوتے ہوئے جدّ محجوب ہوگا۔اخ عینی یا اخِ علّاتی کے ہوتے ہوئے اُن کے بیٹے محجوب ہوں گے۔ عم کے ہوتے ہوئے ابن العم محجوب ہوگا۔

ترجیح بالقوّۃ:

اقویٰ کے ہوتے ہوئے اَضعَف محجوب ہوگا، یعنی جب ایک ہی صنف اور ایک ہی واسطہ کے ایک سے زیادہ عصبہ جمع ہوجائیں اور اُن کے درمیان قوی اور ضعیف ہونے کا فرق موجود ہو تو قوی کو ضعیف پر ترجیح دی جاتی ہے، جیسے: اخِ عینی کی موجودگی میں اخِ علّاتی اور ابن الاخ عینی کے ہوتے ہوئے ابن الاخ علّاتی محجوب ہوں گے ،اِس لئے کہ ان کے درمیان قوت و ضعف کا فرق موجود ہے۔(تسہیل السّراجی،بتغیر یسیر:51)

عصبہ سببیہ:

عصبہ سببیہ اُنہیں کہتے ہیں جن کا میت سے عتاق یعنی آزادی کا تعلّق ہو۔(طرازی:104)

عصبہ سببیہ کی توریث کے قواعد:

میّت کے آزاد کرنے والے کو عصبہ سببی یا مولی العتاقہ کہتے ہیں۔اس کی توریث کے قواعد درج ذیل ہیں:

(1)— نسبی رشتہ داروں کے ہوتے ہوئے مُعتِق یعنی آزاد کرنے والا محروم ہو گا۔

(2)— نسبی رشتہ دار نہ ہوں تو سب سے پہلے مُعتِق یعنی آزاد کرنے والا وارث ہو گا۔

(3)— مُعتِق نہ ہو تو مُعتِق کے عصبہ بنفسہٖ (ذوی الفروض اور عصبہ بغیرہٖ اور عصبہ مع غیرہٖ مراد نہیں) کو اصنافِ اربعہ کی ترتیب سے وارث بنائیں گے۔

نوٹ: واضح رہے کہ مُعتِق کے عصبہ بنفسہٖ کا مطلب یہ ہے کہ مُعتِق کے ذوی الفروض اور عصبہ بغیرہٖ اور عصبہ مع غیرہٖ کو کچھ نہیں ملے گا۔

(4)— اگر مُعتِق کے عصبہ بنفسہٖ بھی نہ ہوں تو مُعتِق المُعتِق (آزاد کرنے والے کا آزاد کرنے والا) وارث ہو گا۔

(5)— اگر مُعتِق المُعتِق بھی نہ ہو تو اُس کے عصبہ بنفسہٖ کو وارث بنایا جائے گا، اسی طرح یہ سلسلہ اوپر تک چلتا رہے گا۔(تسہیل السّراجی،بتغیر:55)

●—☆—☆—☆—●

چھٹا باب: علم الفرائض کے عملی قواعد

مخرج یا مسئلہ بنانے کے قواعد:

قرآن و حدیث کے اندر جو حصص یا سہام بیان کیے گئے ہیں اُن کی تعداد چھ ہے:

(1) نصف۔ یعنی آدھا۔ ($1/2$) (4) ثلثان۔ یعنی دو تہائی۔ ($2/3$)

(2) رُبع۔ یعنی چوتھائی۔ ($1/4$) (5) ثلث۔ یعنی ایک تہائی۔ ($1/3$)

(3) ثمن۔ یعنی آٹھواں۔ ($1/8$) (6) سُدس۔ یعنی چھٹا۔ ($1/6$)

اِن میں سے پہلے تین کو "نوعِ اوّل کے حصص" کہا جاتا ہے اور آخری تین "نوعِ ثانی کے حصص" کہلاتے ہیں، اِن میں آپس میں اوپر سے نیچے کی جانب تنصیف کی نسبت جبکہ نیچے سے اوپر کی جانب تضعیف کی نسبت بنتی ہے، جو ادنیٰ تامّل سے سمجھی جاسکتی ہے۔ پھر یہ سہام مذکورہ جب کسی مسئلہ میں آجائیں تو قواعد کے مطابق اِن کے مختلف احوال کے اعتبار سے مخرج بنایا جاتا ہے۔

بنیادی طور پر مخرج بنانے کے سات قواعد ہیں، جن کی تفصیل مندرجہ ذیل ہے:

پہلا قاعدہ:

جب کسی مسئلہ میں مذکورہ سہام میں سے صرف ایک ہی سہم آجائے تو مخرج اُس کی "سَمِی" سے بنتا ہے۔ نصف کی سَمی چار، ثمن کی آٹھ، ثلثان اور ثلث کی تین اور سدس کی سَمی چھ ہے۔ پس اِس قاعدہ کی رو سے چھ سہام کا مخرج درج ذیل ہے:

نصف آجائے تو دو سے مخرج بنے گا۔ ثلثان آجائے تو تین سے مخرج بنے گا۔

ربع آجائے تو دو سے مخرج بنے گا۔ ثلث آجائے تو تین سے مخرج بنے گا۔

ثمن آجائے تو آٹھ سے مخرج بنے گا۔ سدس آجائے تو سَمی چھ سے مخرج بنے گا۔

دوسرا قاعدہ:

جب کسی مسئلہ میں مذکورہ سہام میں سے ایک سے زائد سہام آئیں اور وہ ایک ہی جنس کے ہوں جیسے نصف اور نصف تو مخرج اُن کی ''سَمِی'' سے بنتا ہے۔

تیسرا قاعدہ:

جب کسی مسئلہ میں ایک سے زائد مختلف سہام آئیں اور وہ سب ایک نوع کے ہوں تو مخرج اُن میں سے اَقل کی سَمی سے بنتا ہے۔ جیسے نصف، ربع اور ثمن آجائیں تو آٹھ سے مخرج بنے گا، اِسی طرح ثلثان، ثلث اور سدس آجائیں تو مخرج چھ سے بنے گا۔

چوتھا قاعدہ:

جب کسی مسئلہ میں ایک سے زائد مختلف سہام آئیں اور وہ سب الگ الگ نوع سے تعلّق رکھتے ہوں تو اس کی چار صورتیں ہیں:

(1)۔۔۔اگر کسی مسئلہ میں نوعِ اوّل کا نصف نوعِ ثانی کے کُل یا بعض کے ساتھ مل کر آجائے تو مخرج 6 سے بنے گا۔ جیسے نصف اور ثلث آجائیں تو مخرج 6 سے بنے گا۔

(2)۔۔۔اگر کسی مسئلہ میں نوعِ اوّل کا ربع نوعِ ثانی کے کُل یا بعض کے ساتھ آجائے تو مخرج 12 سے بنے گا۔ جیسے ربع اور سدس آجائیں تو مخرج 12 سے بنے گا۔

(3)۔۔۔اگر کسی مسئلہ میں نوعِ اوّل کا ثمن نوعِ ثانی کے کُل یا بعض کے ساتھ آجائے تو مخرج 24 سے بنے گا۔ جیسے ثمن اور ثلث آجائیں تو مخرج 24 سے بنے گا۔

(4)۔۔۔اگر کسی مسئلہ میں نوعِ اوّل کے ایک سے زائد سہام نوعِ ثانی کے کُل یا بعض

کے ساتھ مل کر آجائیں تو اُن میں سے اَقل کے مل کر آنے کا اعتبار کیا جائے گا۔

جیسے: اگر نوعِ اوّل کے نصف اور ربع نوعِ ثانی کے ثلث اور سدس کے ساتھ آجائیں تو ربع کے مل کر آنے کا اعتبار کرتے ہوئے مخرج 12 سے بنے گا، کیونکہ یہ نصف سے چھوٹا ہے اور یہ جب نوعِ ثانی کے ساتھ آتا ہے تو مخرج 12 سے بنتا ہے۔

عَول کی تعریف اور اُس کے قواعد:

عَول کی تعریف:

عَول لغت میں مَیل (مائل ہونے)، جَور (ظلم) اور غلبہ کے آتے ہیں اور اِصطلاحی اعتبار سے اس کی تعریف یہ کی گئی ہے:

"هُوَ زِيَادَةُ السِّهَامِ إِذَا كَثُرَتْ الْفُرُوضُ عَلَى مَخْرَجِ الْفَرِيضَةِ" حصص کے زیادہ ہونے کی وجہ سے سہام کا مخرج سے بڑھ جانا عَول کہلاتا ہے۔(شامیہ:6/786)

سراجی میں عَول کی تعریف یہ ذکر کی گئی ہے: **"العَوْلُ اَنْ يُّزَادَ عَلَي الْمَخْرَجِ شَيْءٌ مِّنْ اَجْزَائِهِ اِذَا ضَاقَ عَنْ فَرْضٍ"** یعنی مخرج پر اُس کے اجزاء میں سے کچھ اِضافہ کرنا جبکہ وہ مخرج حصہ کو اداء کرنے سے تنگ پڑ گیا ہو، عَول کہلاتا ہے۔

عَولیہ مسئلہ کو حل کرنے کا طریقہ:

جب کسی مسئلہ کے سہام اُس کے مخرج سے بڑھ جائیں تو اُس مسئلہ میں مخرج کو بڑھا کر مجموعہ سہام کو مخرج بنا دیا جاتا ہے، مثلاً: کسی مسئلہ میں زوج اور دو بیٹیاں ہوں تو زوج کو نصف اور بیٹیوں کو ثلثان دے کر چھ سے مخرج بنایا جائے گا لیکن حصص کی تعداد سات ہو رہی ہے اِس لئے مخرج کو بڑھا کر سات کر دیا جائے گا اور اب سات میں سے زوج کو

تین اور بیٹیوں کو ثلثان دیا جائے گا۔

عَول کے قواعد:

عَول کے قواعد سے قبل یہ جاننا ضروری ہے کہ مخرج کُل سات ہیں:

(1) دو۔ (2) تین۔ (3) چار۔ (4) آٹھ۔

(5) چھ۔ (6) بارہ۔ (7) چوبیس۔

اب اِنہی مخارج کے بارے میں عول کے مندرجہ ذیل قواعد ملاحظہ فرمائیں:

پہلا قاعدہ: چار مخارج کا عَول کبھی نہیں آتا:

چار مخارج ایسے ہیں جن میں کبھی عَول نہیں آتا، اور وہ پہلے چار مخرج ہیں یعنی دو، تین، چار اور آٹھ۔ اِن چاروں میں سہام کبھی مخرج سے زیادہ نہیں آسکتے، اِن کے علاوہ بقیہ تینوں میں عَول آتا ہے۔

دوسرا قاعدہ: چھ کا عَول دس تک وتراً اور شفعاً آتا ہے:

چھ کا عَول ہمیشہ دس تک آتا ہے، اور طاق اور جفت دونوں طرح آتا ہے۔

یعنی 6 کا عَول صرف چار عدد آتے ہیں: 8،7، 9 اور 10۔ اِس کے علاوہ نہیں۔

سات کی مثال: زوج اور دو بیٹیاں ہوں تو 7 عَول آتا ہے۔

آٹھ کی مثال: زوج، دو حقیقی بہنیں اور ایک خیفی بہن ہو تو 8 عَول آتا ہے۔

نو کی مثال: زوج، دو حقیقی بہنیں اور دو خیفی بہنیں ہوں تو 9 عَول آتا ہے۔

دس کی مثال: زوج، دو حقیقی بہنیں، دو خیفی بہنیں اور ماں ہو تو 10 عَول آتا ہے۔

تیسرا قاعدہ: بارہ کا عَول سترہ تک صرف وتراً آتا ہے:

بارہ کا عَول ہمیشہ سترہ تک صرف طاق عدد میں آتا ہے، جفت میں نہیں۔

یعنی بارہ کا عَول صرف تین عدد آتے ہیں: 15،13 اور 17۔اِس کے علاوہ نہیں۔

تیرہ کی مثال: زوجہ، دو حقیقی بہن اور ایک خیفی بہن ہو تو 12 کا عَول 13 آتا ہے۔

پندرہ کی مثال: زوجہ، دو حقیقی بہن اور دو خیفی بہن ہوں تو 12 کا عَول 15 آتا ہے۔

سترہ کی مثال: زوجہ، دو حقیقی بہن، دو خیفی بہن اور ماں ہو تو 12 کا عَول 17 آتا ہے۔

چوتھا قاعدہ: چوبیس کا عَول صرف ستائیس آتا ہے:

مخرج جبکہ چوبیس ہو تو اُس کا عَول صرف ایک آتا ہے یعنی چوبیس۔

اس کی مثال یہ ہے: زوجہ، دو بیٹیاں اور ماں باپ ہوں تو چوبیس سے مخرج بنا کر ستائیس عَول آتا ہے۔

24 کے عَول میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ اور جمہور کا اختلاف:

چوبیس کا عَول جمہور کے نزدیک صرف ستائیس ہی آتا ہے اِس سے کم یا زیادہ نہیں، البتہ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے نزدیک چوبیس کا عَول 31 بھی ہوتا ہے، اور اُن کے مسلک کے مطابق اِس کی مثال کو سمجھنے سے پہلے یہ جاننا ضروری ہے کہ یہ اختلاف دراصل ایک دوسرے اختلاف کی وجہ سے ہے اور وہ یہ ہے کہ موانعِ اِرث کی وجہ سے وراثت سے محروم ہونے والا شخص کسی دوسرے کیلئے حاجبِ حرمان یا نقصان ہو سکتا ہے یا نہیں، جمہور کے نزدیک دونوں طرح کا حاجب نہیں ہو سکتا جبکہ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے نزدیک حاجبِ حرمان تو نہیں ہو سکتا البتہ حاجبِ نقصان ہو سکتا ہے۔

اب اِس اختلاف کو سامنے رکھتے ہوئے مسئلہ مذکورہ کی مثال ملاحظہ فرمائیں:

کسی مسئلہ میں زوجہ، دو حقیقی بہنیں، دو خیفی بہنیں، ماں اور قاتل بیٹا موجود ہوں تو حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے مسلک کے مطابق قاتل بیٹا چونکہ حاجب نقصان بنتا ہے اِس لئے زوجہ کا حصہ ثمن ہو گا، لہٰذا چوبیس سے مسئلہ بن کر 31 عَول آئے گا۔ جبکہ جمہور کے مسلک کے مطابق قاتل بیٹا مطلقاً حاجب نہیں بنتا، نہ حاجبِ حرمان اور نہ حاجبِ نقصان، اِس لئے زوجہ کا حصہ ربع ہی رہے گا، کم ہو کر ثمن نہیں ہو گا، لہٰذا مخرج چوبیس سے بنے گا ہی نہیں، بلکہ 12 سے بن کر 17 عَول آئے گا۔

اَعداد کے درمیان نسبت کے قواعد:

دو عددوں کے درمیان چار طرح کی نسبت مُمکن ہے:

(1) تماثل۔ (2) تداخل۔ (3) توافق۔ (4) تباین۔

تماثل:

دو عدد جبکہ ایک دوسرے کے ہم جنس یعنی ایک جیسے ہوں آپس میں "مُتماثلین" کہلاتے ہیں اور اُن کے درمیان "تَماثل" کی نسبت ہوتی ہے، جیسے 4،4 اور 5،5۔

تداخل:

دو مختلف عدد جبکہ اُن میں سے چھوٹا عدد بڑے عدد تک ایک مرتبہ میں یا کئی مرتبہ میں پورا پورا پہنچ جائے، آپس میں "متداخلین" کہلاتے ہیں اور اُن کے درمیان "تداخل" کی نسبت ہوتی ہے۔ جیسے 16 اور 32 کے درمیان تداخل کی نسبت ہے کیونکہ 16 کا عدد دو مرتبہ میں 32 تک پہنچ رہا ہے، اِسی طرح 8 اور 64 کے درمیان تداخل کی نسبت ہے کیونکہ 8 کا عدد آٹھ مرتبہ میں 64 تک پہنچ رہا ہے۔

توافق:

دو مختلف عدد جبکہ اُن میں سے چھوٹا عدد بڑے عدد تک ایک یا کئی مرتبہ میں نہ پہنچ سکے بلکہ کوئی تیسرا عدد ایسا ہو جو اُن دونوں تک پورا پورا پہنچ رہا ہو، تو ایسے اعداد آپس میں ''متوافقین'' کہلاتے ہیں اور اُن کے درمیان ''توافق'' کی نسبت ہوتی ہے۔ جیسے 8 اور 14 کے درمیان توافق کی نسبت ہے، اِس لئے کہ 8 تو 14 تک پورا نہیں پہنچ سکتا البتہ ان کے درمیان 2 ایسا عدد ہے جو دونوں تک پہنچ جاتا ہے۔

تباین:

دو مختلف عدد جبکہ اُن میں سے نہ چھوٹا عدد بڑے عدد تک ایک یا کئی مرتبہ میں پہنچ سکے اور نہ ہی اُن کے درمیان کوئی تیسرا عدد ایسا ہو جو اُن دونوں تک پورا پورا پہنچ رہا ہو تو ایسے دو عدد آپس میں ''مُتبایِنَین'' کہلاتے ہیں اور اُن کے درمیان ''تَبایُن'' کی نسبت ہوتی ہے۔ جیسے 4 اور 3 کے درمیان تباین کی نسبت ہے۔

تصحیح کے قواعد:

تصحیح کا لغوی اور اِصطلاحی معنیٰ:

تصحیح بابِ تفعیل کا مصدر ہے، اور سقم (بیماری) کی ضد ہے، اِس کے معنی لغت میں ''صحیح اور درست کرنے'' یا ''بیماری دور کرنے'' کے آتے ہیں۔

اِصطلاحی اعتبار سے اس کی تعریف یہ کی گئی ہے:

''إِزَالَةُ الْكُسُورِ الْوَاقِعَةِ بَيْنَ السِّهَامِ وَالرُّءُوسِ''سہام اور عددِ رؤوس کے درمیان واقع ہونے والی کسور کو زائل کرنا تصحیح کہلاتا ہے۔(التعریفات:59)

سراجی کے حاشیہ میں اس کی تعریف یہ بھی نقل کی گئی ہے:

"أَخْذُ السِّهَامِ مِنْ اَقَلِّ عَدَدٍ يُمْكِنُ عَلَي وَجْهٍ لَا يَقَعُ فِيْهِ الْكَسْرُ عَلَي اَحَدِ الْمُسْتَحِقِّيْن" حصص کو اُس ایسے چھوٹے عدد سے حاصل کرنا جس میں یہ ممکن ہو کہ اُس (سے حصص کے لینے) میں مستحقین کے حصوں میں کسر واقع نہ ہو۔(ہامش السراجی)

یعنی حصص کی ادائیگی کیلئے ایسا چھوٹا عدد حاصل کرنا جس سے ہر وارِث کا حصّہ بغیر کسی کسر کے صحیح طور پر نکل آئے۔

عملِ تصحیح کاتعارف اور اُس کی ضرورت:

تصحیح کا عمل ہر مسئلہ میں نہیں کیا جاتا، بلکہ اِس کی ضرورت تب پڑتی ہے جبکہ کسی مسئلہ میں سہام اور عددِ رؤوس کے درمیان کسر واقع ہورہی ہو، اور کسر کا پتہ اِس طرح چلتا ہے کہ حاصل شدہ سہام ورثاء کی اُس جماعت کے عددِ رؤوس پر پورے پورے تقسیم نہ ہوتے ہوں۔ جیسے کسی مسئلہ میں تین بیویوں کو مشترکہ طور پر 4 سہام حاصل ہورہے ہوں تو ظاہر ہے کہ وہ چار سہام تین بیویوں میں پورے پورے تقسیم نہیں ہوں گے بلکہ اُن کے اندر کسر کرنی پڑے گی، لہٰذا ایسی صورت میں مسئلہ کی درستگی کیلئے تصحیح کے عمل کی ضرورت پڑتی ہے، لہٰذا تصحیح کے قواعد کے ذریعہ مخرج اور اُس کے سہام کو بڑھایا جاتا ہے جس سے کسر ختم ہوجاتی ہے اور ورثاء پر حصص پورے پورے تقسیم ہوجاتے ہیں اِس عمل کو "تصحیح" کہا جاتا ہے۔

تصحیح کی اقسام اور اُن کے قواعد:

تصحیح کی دو قسمیں ہیں: (1) تصحیح قسمِ اوّل۔ (2) تصحیح قسمِ ثانی۔

(1) تصحیح قسمِ اوّل اور اُس کا قاعدہ:

اگر کسی مسئلہ میں ورثاء کے طائفوں (جماعتوں) میں سے صرف ایک ہی طائفہ کے سہام اور اُن کے عددِ رؤوس کے درمیان کسر واقع ہو رہی ہو تو اُس کو "تصحیح قسمِ اوّل" کہا جاتا ہے۔ جیسے 4 زوجات، ابن، اب اور اُم کے مسئلہ میں صرف زوجات کے طائفہ میں کسر واقع ہو رہی ہے۔

تصحیح قسمِ اوّل کا قاعدہ:

جب کسی مسئلہ میں ورثاء کی کسی ایک ہی جماعت کے سہام اور اُن کے عددِ رؤوس کے درمیان کسر واقع ہو رہی ہو تو طائفہ منکسرہ کے سہام اور اُن کے عددِ رؤوس کے درمیان نسبت کو دیکھا جائے گا، جو تماثل کے علاوہ تین طرح کی نسبت ہو سکتی ہیں:

☆ اگر تباین کی نسبت ہو:

تو عددِ رؤوس کے کُل کو مخرج اور اُس کے تمام سہام سے ضرب دے کر مخرج اور تمام سہام کو بڑھالیں گے، اُس کے بعد طائفہ منکسرہ کے سہام کو اُن کے عددِ رؤوس پر تقسیم کر کے فی کس کو حاصل کیا جائے گا جو بغیر کسی کسر کے حاصل ہو گا۔

☆ اگر تداخل یا توافق کی نسبت ہو:

تو عددِ رؤوس کا وفق لے کر اُس کو مخرج اور تمام سہام سے ضرب دے کر مخرج اور تمام سہام کو بڑھالیں گے، اُس کے بعد طائفہ منکسرہ کے سہام کو عددِ رؤوس پر تقسیم کر لیں گے جس سے اُس طائفہ کا فی کس نکل جائے گا اور اس میں اب کسر نہ ہو گی۔

آسانی کیلئے اِس عمل کو مندرجہ ذیل تین حصوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے:

(1)—**عددِ مضروب کی تعیین:** یعنی سہام اور عددِ رؤوس کے درمیان نسبت دیکھتے

ہوئے عددِ مضروب کو لیا جائے گا، جو تباین کی صورت میں کلّ عددِ رؤوس ہوتا ہے اور توافق اور تداخل کی صورت میں وفقِ عددِ رؤوس۔

(2)—**ضرب کا عمل:** عددِ مضروب کو مخرج اور تمام سہام سے ضرب دیں گے۔

(3)—**فی کس حصہ کا اِستخراج:** طائفہ منکسرہ کے سہام کو اُس کے عددِ رؤوس پر تقسیم کر کے فی کس حصہ کو نکالا جائے گا۔

"للذکر مثل حظ الاُنثیین" کے طائفہ مشترکہ کا طریقہ کار:

"للذکر مثل حظ الاُنثیین" کا طائفہ وہ کہلاتا ہے جس میں مذکّر کو مؤنّث سے دوگنا دیا جاتا ہے اور اس کی چار صورتیں ہیں:

(1) بیٹا بیٹی۔ (2) پوتا پوتی۔ (3) عینی بھائی بہن۔ (4) علّاتی بھائی بہن۔

تصحیح کے عمل میں ایسے طائفہ سے متعلّق تین باتیں قابلِ وضاحت ہیں:

پہلی بات: "للذکر مثل حظ الاُنثیین" کے ورثاء میں مذکّر و مؤنّث مل کر ایک ہی طائفہ شمار کیا جائے گا، اُن کو الگ الگ طائفہ شمار نہیں کریں گے۔

دوسری بات: "للذکر مثل حظ الاُنثیین" کے طائفہ میں مذکّر و مؤنّث کا مشترکہ عددِ رؤوس نکالا جاتا ہے اور اِس کا طریقہ کار یہ ہوتا ہے کہ مذکّر کی تعداد کو دو سے ضرب دے کر اُس میں مؤنّث کی تعداد کو جمع کر لیں جس سے "للذکر مثل حظ الاُنثیین" کے طائفہ کا مشترکہ عددِ رؤوس نکل جائے گا، پھر تصحیح کے قاعدہ کو جاری کرنے میں اُسی مشترکہ عددِ رؤوس اور اُن کے مجموعی طور پر حاصل ہونے والے سہام کے درمیان نسبت کو دیکھا جائے گا، مذکر یا مؤنّث کے الگ الگ عددِ رؤوس کو نہیں دیکھیں گے۔

تیسری بات: طائفہ مشترکہ میں فی کس نکالنے کا طریقہ یہ ہے کہ مذکّر کو چونکہ دوگنا دینا ہوتا ہے اِس لئے ضرب کے عمل کے نتیجے میں حاصل ہونے والے سہام کو مشترکہ عددِ رؤوس پر تقسیم کرکے حاصل شدہ مؤنّث کا فی کس کہلائے گا جبکہ اُسی کو دو سے ضرب دینے سے جو حاصل ہو گا وہ مذکّر کا حصہ ہو گا۔

(2) تصحیح قسمِ ثانی اور اُس کا قاعدہ:

ایک سے زائد طائفوں کے سہام اور اُن کے عددِ رؤوس کے درمیان کسر واقع ہو تو اس کو "تصحیح قسمِ ثانی" کہا جاتا ہے۔

تصحیح قسمِ ثانی کا قاعدہ:

جب کسی مسئلہ میں ورثاء کی ایک سے زائد جماعتوں کے سہام اور اُن کے عددِ رؤوس کے درمیان کسر واقع ہو رہی ہو تو سب سے پہلے کسر واقع ہونے والی جماعتوں میں سے ہر ہر طائفہ منکسرہ کے سہام اور اُن کے عددِ رؤوس کے درمیان تصحیح قسمِ اوّل کے قاعدہ کے مطابق بننے والے عددِ مضروب کو لے کر عددِ محفوظ کے طور پر محفوظ کرلیا جاتا ہے۔

اس کے بعد کسر واقع ہونے والی دو جماعتوں کے عددِ محفوظ کے درمیان نسبت دیکھی جاتی ہے اور یہاں چاروں نسبتیں ہو سکتی ہیں، ہر صورت کا حکم درج ذیل ہے:

☆ اگر تداخل کی نسبت ہو تو دونوں میں سے بڑے عدد کو لے لیا جاتا ہے۔

☆ اگر توافق کی نسبت ہو تو ان میں سے کسی ایک کے وفق کو دوسرے عدد کے کُل میں ضرب دے کر حاصل کو لے لیا جاتا ہے۔

☆ اگر تماثل کی نسبت ہو تو دونوں میں سے کسی ایک کو لے لیا جاتا ہے۔

☆اگر تباین کی نسبت ہو تو ان میں سے کسی ایک کے کُل کو دوسرے عدد کے کُل میں ضرب دے کر حاصل کو لے لیا جاتا ہے۔

نسبتوں کے اعتبار سے لیے گئے اِس عدد کو "عددِ ماخوذ" کہا جاتا ہے اور پھر اِس عددِ ماخوذ اور اگلے طائفہ کے عددِ محفوظ کے درمیان اِسی طرح نسبت دیکھتے ہوئے مزید عددِ ماخوذ کو حاصل کیا جاتا ہے، جب آخر میں کوئی طائفہ منکسرہ نہ بچے تو وہ ہی عددِ ماخوذ عددِ مضروب بن جاتا ہے۔

اس کے بعد اُس حاصل ہونے والے عددِ مضروب کو مخرج اور اُس کے تمام سہام میں ضرب دے کر تصحیح قسمِ اوّل کے طریقے کے مطابق مخرج اور سہام کو بڑھالیا جاتا ہے اور پھر فی کس کے حصہ کی تعیین کرلی جاتی ہے۔

گویا آسانی کیلئے اِس سارے عمل کو مندرجہ ذیل چار حصوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے:

(1)—**عددِ محفوظ کی تعیین:** یعنی تصحیح قسمِ اوّل کے طریقے کے مطابق سب سے پہلے ہر ہر طائفہ منکسرہ کے سہام اور عددِ رؤوس کے درمیان نسبت دیکھتے ہوئے عددِ محفوظ لیا جاتا ہے۔

(2)—**عددِ ماخوذ کی تعیین:** طوائفِ منکسرہ کے اعدادِ محفوظہ کے درمیان نسبت کو دیکھتے ہوئے عددِ مضروب کو حاصل کیا جاتا ہے۔

(3)—**ضرب کا عمل:** تصحیح قسمِ اوّل کے طریقے کے مطابق اُس عددِ مضروب سے مخرج اور اُس کے تمام سہام کو ضرب دیدیتے ہیں۔

(4)—**فی کس حصہ کا اِستخراج:** تصحیح قسمِ اوّل کے طریقے کے مطابق طوائفِ منکسرہ کے سہام کو اُن کے عددِ رؤوس پر تقسیم کرلیتے ہیں جس سے فی کس نکل آتا ہے، اور

اگر ”للذکر مثل حظّ الانثیین“ کا طائفہ ہو تو لڑکے کو لڑکی سے دوگنا دیا جاتا ہے۔

مثال: کسی مسئلہ میں مرنے والی عورت کا زوج ہو، ایک بیٹی دو بیٹے اور 5 جدّات ہوں۔

ردّ علی ذوی الفروض کے قواعد:

ردّ کا لغوی اور اِصطلاحی معنیٰ:

لغت میں ”ردّ“ لوٹانے کو کہتے ہیں اور اصطلاحی تعریف یہ نقل کی گئی ہے:

”صَرْفُ مَا فَضُلَ عَنْ فُرُوضِ ذَوِي الْفُرُوضِ وَلَا مُسْتَحِقَّ لَهُ مِنْ الْعَصَبَاتِ إِلَيْهِم بِقَدرِ حُقُوقِهِم“ ذوی الفروض کے حصے دینے کے بعد بچے ہوئے مال کو جبکہ عصبات میں سے اُن کا کوئی مستحق نہ ہو، ذوی الفروض کی طرف اُن کے حقوق کے بقدر واپس لوٹانا ردّ کہلاتا ہے۔(التعریفات:110)

ردّ کے قواعد کا محل اور اُس کا اِجراء:

ردّ کے قواعد کا محل ذوی الفروض ہیں، عصبات پر ردّ نہیں ہوتا۔ اِس لئے کہ کسی مسئلہ میں ردّ کی ضرورت تب ہی پیش آتی ہے جبکہ اُس میں ذوی الفروض کو دینے کے بعد ترکہ بچ جائے، اور ظاہر ہے کہ یہ تب ہی ہوتا ہے جبکہ مسئلہ کے اندر عصبات میں سے کوئی نہ ہو، کیونکہ اگر کوئی بھی عصبہ موجود ہو تو باقی ماندہ ترکہ اُسی کو دیدیا جاتا ہے۔

اِسی طرح عَولیہ مسئلہ یعنی جس مسئلہ میں ہو رہا ہو اور سہام مخرج سے بڑھ رہے ہوں اُس میں بھی ردّ نہیں ہوتا، اِس لئے کہ ردّ باقی ماندہ ترکہ کے لوٹانے کو کہا جاتا ہے جبکہ عَولیہ مسئلہ میں ترکہ باقی نہیں بچتا۔ پس خلاصہ یہ نکلا کہ ردّ کے قواعد کا محل صرف ذوی الفروض ہیں اور وہ بھی تب جبکہ مسئلہ میں عصبات نہ ہوں اور وہ مسئلہ عَولیہ بھی نہ ہو۔

ردّ کے قواعد:

ردّ کے قواعد کو سمجھنے سے پہلے یہ سمجھئے کہ ردّ یہ مسئلہ کے اعتبار سے ذوی الفروض کی دو قسمیں ہیں: (1)مَنۡ یُّرَدُّعَلَیہ۔ (2)مَنۡ لا یُّرَدُّعَلَیہ۔

مَنۡ یُّرَدُّعَلَیہ: اُن ورثاء کو کہاجاتا ہے جن کو ایک دفعہ حصہ دینے کے بعد باقی ماندہ ترکہ بھی دوبارہ لوٹایاجاتاہے اور یہ زوجین کے علاوہ بقیہ دس ذوی الفروض ہیں۔

مَنۡ لا یُّرَدُّعَلَیہ: اُن ورثاء کو کہاجاتا ہے جن کو ایک دفعہ حصہ دینے کے بعد باقی ماندہ ترکہ دوبارہ نہیں دیاجاتا اور یہ زوج اور زوجہ ہیں۔

ردّکا پہلا قاعدہ:

اگر کسی مسئلہ میں صرف ”من یُردّ علیہ“ ہوں اور ”من لا یُردّعلیہ“ یعنی زوجین نہ ہوں اور ورثاء ایک ہی جنس کے ہوں تو مخرج اُن کے عددِ رؤوس کے مجموعہ سے بنے گا۔

مثال: جیسے کسی مسئلہ میں تین بنات آجائیں توضابطہ کے مطابق ثلثان ملنے کی وجہ سے تین سے مخرج بنے گا لیکن ایک بچ جانے کی وجہ سے ردّ کا مذکورہ قاعدہ جاری کیا جائے گا اور ایک جنس کے ورثاء ہونے کی وجہ سے عددِ رؤس یعنی تین سے مخرج بنے گا، اِسی طرح اگر پانچ اختِ حقیقی آجائیں تو پانچ سے مخرج بنے گا۔

ردّکا دوسرا قاعدہ:

اگر کسی مسئلہ میں صرف ”من یُردّعلیہ“ ہوں اور ”من لا یُردّعلیہ“ نہ ہوں اور ورثاء مختلف جنس کے ہوں تو مخرج اُن کے حاصل شدہ سہام کے مجموعہ سے بنے گا۔

مثال: جیسے کسی مسئلہ میں ایک بنت اور ماں آجائے تو ضابطہ کے مطابق نصف اور سدس کی وجہ سے مخرج چھ سے بنے گا اور تین اور ایک دینے کے بعد دو باقی بچ جائیں گے اِس لئے ردّ کا مذکورہ قاعدہ جاری ہو گا اور تین اور ایک کے مجموعہ یعنی چار سے مخرج بنے گا۔

ردّ کا تیسرا قاعدہ:

اگر کسی مسئلہ میں "من یُردّ علیہ" اور "من لا یُردّ علیہ" دونوں طرح کے ورثاء ہوں تو اِس صورت میں مسئلہ کو مندرجہ ذیل چار مرحلوں میں حل کیا جاتا ہے:

پہلا مرحلہ: زوجین کا حصہ اقلِّ مخرج سے دے کر باقی کو محفوظ رکھنا:

سب سے پہلے "من لا یُردّ علیہ" یعنی زوج یا زوجہ کے حصہ کو اُس کے اقلِ مخرج سے دینے کے بعد باقی ماندہ کو مسئلہ کے اوپر باقی کا عُنوان لگا کر لکھ لیا جائے گا۔

دوسرا مرحلہ: "من یُردّ علیہ" کو اِنفرادی طور پر حل کر کے مخرج اور سہام نکالنا:

پھر "من یُردّ علیہ" کے مسئلہ کو "من لا یُردّ علیہ" ورثاء سے قطع نظر کرتے ہوئے مُنفرداً حل کریں گے اور جو اُن کا مخرج بنے گا وہ مسئلہ کے اوپر دوسری جانب لکھ لیں گے اور اُن کے سہام بھی اُسی مخرج میں سے دیدیں گے۔

واضح رہے کہ اِس مرحلہ پر پہنچ کر مسئلہ کے دو مخرج بن جائیں گے، ایک "من لا یُردّ علیہ" کا اقلِ مخرج اور دوسرا "من یُردّ علیہ" کا مخرج، پھر دونوں مخرجوں کو آگے آنے والے دونوں مرحلوں کے ذریعہ اکٹھا کیا جائے گا۔

تیسرا مرحلہ: باقی اور "من یُردّ علیہ" کے مخرج کے درمیان نسبت دیکھنا:

اس کے بعد "من لا یُردّ علیہ" کے باقی اور "من یُردّ علیہ" کے مخرج کے درمیان نسبت

دیکھی جائے گی، اور یہاں توافق کے علاوہ چاروں نسبتیں ہو سکتی ہیں۔

چوتھا مرحلہ: ضرب کا عمل:

اگر "من لا یُردّعلیہ" کے باقی اور "من یُردّعلیہ" کے مخرج کے درمیان نسبت تماثل کی ہو تو ضرب کے کسی عمل کی ضرورت نہیں ہوتی اور "من لا یُردّعلیہ" کا مخرج ہی تمام سہام کے نکالنے کیلئے کافی ہو جاتا ہے۔

اگر "من لا یُردّعلیہ" کے باقی اور "من یُردّعلیہ" کے مخرج کے درمیان نسبت تباین کی ہو تو "من یُردّعلیہ" کے مخرج کو "من لا یُردّعلیہ" کے اقلِ مخرج اور اُس کے سہام سے ضرب دیں گے، جو حاصل ہو گا وہ تمام ورثاء کے حصص کیلئے مخرج بن جائے گا۔ اور باقی کو "من یُردّعلیہ" کے سہام سے ضرب دیں گے۔

اگر "من لا یُردّعلیہ" کے باقی اور "من یُردّعلیہ" کے مخرج کے درمیان تداخل کی نسبت ہو تو دونوں کا وفق لے کر اُسی طرح ضرب کا عمل کریں گے، یعنی "من یُردّعلیہ" کے مخرج کے وفق کو "من لا یُردّعلیہ" کے اقلِ مخرج اور اُس کے سہام سے ضرب دیں گے، جو حاصل ہو گا وہ تمام ورثاء کے حصص کیلئے مخرج بن جائے گا اور باقی کے وفق کو "من یُردّعلیہ" کے سہام سے ضرب دیں گے۔

یہاں تک ردّ کا طریقہ کار مکمل ہو جائے گا اُس کے بعد اگر کسی طائفہ میں کسر ہو رہی ہو تو تصحیح کا عمل جاری ہو گا۔

خلاصہ:

ردّ کے قواعد کا خلاصہ یہ ہے کہ سب سے پہلے دیکھا جائے گا کہ مسئلہ میں "من یُردّعلیہ" اور "من لا یُردّعلیہ" دونوں ہیں یا صرف "من یُردّعلیہ" ہیں۔ اگر صرف

"من یُرَدّ علیہ" ہوں تو دیکھا جائے گا کہ ورثاء ایک ہی جنس کے ہیں یا الگ الگ جنس کے۔ اگر ایک ہی جنس کے ہوں تو عددِ رؤوس سے مخرج بنے گا اور الگ الگ جنس کے ہوں تو مجموعہ سہام سے مسئلہ بنے گا۔ اور مسئلہ میں "من یُرَدّ علیہ" اور "من لا یُرَدّ علیہ" دونوں طرح کے ورثاء ہوں ہوں تو رَدّ کے تیسے قاعدہ کے مطابق اُن دونوں کا الگ الگ مخرج بنانے کے بعد نسبت کو دیکھتے ہوئے ضرب کے عمل کے ذریعہ مخرج کو متحد کرلیں گے۔

دُیون اور قرضوں کی ادائیگی کا قاعدہ:

جب کسی مرنے والے کے ذمّہ لوگوں کے کچھ قرضہ ہوں تو اُس کی بنیادی طور پر تین صورتیں نکلتی ہیں:

(1) قرضہ ترکہ سے کم ہو گا۔ (2) قرضہ ترکہ کے برابر ہو گا۔

(3) قرضہ ترکہ سے زیادہ ہو گا۔

پہلی صورت: اگر قرضہ ترکہ سے کم ہو تو اِس میں کوئی مشکل نہیں، کیونکہ قرض کی ادائیگی کرنے بعد جو ترکہ بچے گا اُسے ورثاء میں تقسیم کردیا جائے گا۔

دوسری صورت: اگر قرضہ ترکہ کے برابر ہو تب بھی مسئلہ واضح ہے کہ ترکہ سے تمام قرضہ اداء کردیا جائے گا، اور ورثاء کے درمیان ترکہ کی تقسیم نہ ہوسکے گی۔

تیسری صورت: اگر قرضہ ترکہ سے زیادہ ہو تو ظاہر ہے کہ ترکہ سے قرضوں کی ادائیگی ممکن نہیں، جیسے کسی نے ترکہ بیس ہزار چھوڑا اور قرضوں کی مجموعی رقم پچاس ہزار ہو تو اِس صورت میں سارا ترکہ بھی قرض کی ادائیگی کیلئے کافی نہیں ہوتا، نیز ایسی صورتحال میں کسی دائن کو ترجیح بھی نہیں دے سکتے کہ اُس کا قرض دوسروں سے پہلے

اداء کر دیں کیونکہ اس سے ترجیح بلامرجح لازم آتی ہے، پس اِس صورت میں ترکہ سے شرح فیصد کے طریقہ کے مطابق قرضوں کی ادائیگی کی جاتی ہے ،یعنی جس کا قرض زیادہ ہوتا ہے اُس کی ادائیگی بھی اُسی حساب سے دوسروں کے مقابلے میں زیادہ کی جاتی ہے۔

اور اِس کا طریقہ کار یہ ہوتا ہے کہ ہر ہر قرض دار کے قرضہ کو کل ترکہ کی مالیت سے ضرب دیکر حاصل شدہ کو تمام قرضوں کی کُل مالیت سے تقسیم کر دیں، حاصل ہونے والی رقم اُس قرض دار کو اداء کر دی جائے گی۔

اِس کا فارمولہ یہ ہے:

ہر دائن کا قرضہ × کُل ترکہ ÷ مجموعی قرضہ = (اُس دائن کا حصہ)

تخارج کا مفہوم اور اُس کا قاعدہ:

تخارج بابِ تفاعل کا مصدر ہے، لغت میں نکل جانے کو کہتے ہیں اور اِصطلاحی تعریف یہ کی گئی ہے:

”مُصَالَحَةُ الْوَرَثَةِ عَلَى إِخْرَاجِ بَعْضٍ مِّنْهُمْ بِشَيْءٍ مُعَيَّنٍ مِّنَ التَّرْكَةِ“

یعنی ورثاء کا اِس بات پر اِتفاق کر لینا کہ کسی وارِث کو ترکہ میں سے کوئی معیّن چیز دے کر اُس کے بدلہ میں نکال دیا جائے۔(التعریفات:53)

تخارج کا طریقہ کار یہ ہوتا ہے کہ جو وارِث تخارج کر کے نکل رہا ہے اُس کو سب سے پہلے ورثاء میں شامل کر کے مسئلہ حل کیا جائے، عَول، ردّ اور تصحیح وغیرہ کے سارے کام کیے جائیں اور پھر تخارج کرنے والے کے حاصل شدہ سہام کو کُل مخرج میں سے منہا کر کے جو بچے اُس کو ”ص“ کا نشان بنا کر لکھ لیا جائے ، اب یہی حاصل شدہ مخرج ہی

اصل مخرج کہلائے گا۔

ترکہ کی تقسیم کا قاعدہ:

ترکہ اگر معلوم ہو تو اُسے ورثاء میں تقسیم کرنے کا طریقہ کار یہ ہے کہ ہر وارِث کے حاصل شدہ سہام کو سب سے پہلے ترکہ کی مجموعی مالیت سے ضرب دیا جائے اور پھر جو حاصل شدہ کو کُل مخرج سے تقسیم کر دیا جائے، جو جواب آئے گا وہ اُس وارِث کا ترکہ میں سے حصہ ہو گا۔

اِس کا فارمولہ یہ ہے: سہام × کُل ترکہ ÷ مخرج = (وارِث کا حصہ)

فیصد نکالنے کا قاعدہ:

فیصد کے اعتبار سے ورثاء کا حصہ نکالنے کا طریقہ کار یہ ہوتا ہے کہ ترکہ کی جگہ 100 کا عدد تصوّر کر لیا جائے اور ترکہ کی تقسیم کے طریقہ کار کے مطابق عمل کیا جائے، یعنی:

سہام × 100 ÷ مخرج = (وارِث کیلئے فیصدی حصہ)

ایسے چند افراد کے ترکہ کی تقسیم جبکہ اُن کی وفات میں تقدیم و تاخیر کا علم نہ ہو:

کسی حادثہ میں ایسے چند افراد جو کہ ایک دوسرے کے وارِث ہوں اور اُن کا ایک ساتھ اِنتقال ہو جائے اور اُن میں تقدیم و تاخیر کا علم نہ ہو یعنی یہ پتہ نہ ہو کہ کون اُن میں سے پہلے اور کون بعد میں مرا ہے، جیسے کشتی ڈوب گئی اور سب مر گئے یا کسی جگہ کئی افراد مردہ حالت میں پائے گئے تو اُن میں سے کسی کو دوسرے کا وارِث نہیں کہا جاسکتا، کیونکہ یہ احتمال ہے کہ جس کو دوسرے کا وارِث قرار دیا جارہا ہے وہ اُس سے پہلے مرا ہو، ظاہر ہے کہ ایسی صورت میں وہ پہلے مرنے والا وارِث کیسے ہو سکتا ہے، پس اِس صورت میں ترکہ کی تقسیم کا طریقہ کار یہ ہوتا ہے کہ اُن مرنے والے افراد میں سے

کوئی بھی دوسرے کا وارِث نہیں ہوتا، ہر ایک کا ترکہ صرف اُس کے اُن وارِثوں میں تقسیم کیا جاتا ہے جو زندہ ہوں۔

جیسے دو بھائیوں کا ایک ساتھ اِنتقال ہو جائے تو ہر بھائی کی وراثت کی تقسیم میں دوسرے تمام زندہ وارثوں کو شامل کریں گے، اُس کے بھائی کو شامل نہیں کیا جائے گا۔

مُناسخہ کا طریقہ کار:

مُناسخہ لغت میں "نقل کرنے" اور "تبدیل کرنے" کو کہا جاتا ہے اور اِصطلاحی اعتبار سے اس کی یہ تعریف کی گئی ہے:

"نَقْل نَصِیبِ بَعْضِ الْوَرَثَةِ بِمَوْتِهِ قَبْلَ الْقِسْمَةِ إِلَى مَنْ يَرِثُ مِنْهُ"

یعنی ترکہ کی تقسیم سے پہلے کسی وارِث کا حصہ خود اُس کے مر جانے کی وجہ سے اُس کے وارثوں میں میں منتقل ہو جانا "مُناسخہ" کہلاتا ہے۔

اور حاصل اس کا یہ ہے کہ جب کسی شخص کا اِنتقال ہو جائے اور اُس کی وراثت کی تقسیم میں تاخیر کی جائے اور اِسی دوران اُس کے وارِثوں میں سے کسی اور وارِث کا اِنتقال ہو جائے تو شخص ثانی کا حصہ اُس کے وارِثوں میں منتقل ہو جاتا ہے اور اِس طرح وراثت کی تقسیم ایک سے زائد مرتبہ کرنی پڑتی ہے۔ سب سے پہلے مُورِثِ اعلیٰ کے ترکہ کو تقسیم کیا جاتا ہے اُس کے بعد ورثاء میں سے جس کا اِنتقال ہوا ہو اُس کے ترکہ کو اُس کے وارِثوں میں تقسیم کرتے ہیں، اِسی طرح ترتیب کے مطابق مرنے والے کئی افراد کے ترکہ کو اُس کے زندہ وارِثوں میں تقسیم کیا جاتا ہے اِس عمل کو مُناسخہ کہتے ہیں، اور اِس کا طریقہ کار یہ ہے:

سب سے پہلے مُورِثِ اعلیٰ کے ترکہ کو اُس کے وارِثوں میں تقسیم کرتے ہیں، پھر اُس کے وارِثوں میں سے جس کا سب سے پہلے اِنتقال ہوا ہو اُس پر "U" کا نشان لگا کر اُس کے مرنے کو واضح کیا جاتا ہے اور پھر اُس کے ترکہ کو اُس کے وارِثوں کے درمیان تقسیم کر دیتے ہیں، اور اُس کا وہ حصہ جو اُسے مُورِثِ اعلیٰ سے ملا تھا وہ بائیں جانب "مف" کا نشان لگا کر لکھ لیا جاتا ہے جو دراصل "مافی الید" کا نشان کہلاتا ہے اور اس سے یہ واضح ہو رہا ہوتا ہے کہ دوسرے مرنے والے شخص کو پہلے مرنے والے مُورِثِ اعلیٰ سے کتنا مال حاصل ہوا تھا۔

اُس کے بعد دوسرے مسئلہ کے مخرج اور مافی الید کے درمیان نسبت دیکھی جاتی ہے جو چاروں طرح کی نسبتیں ہو سکتی ہیں:

تماثل: اگر دوسرے مسئلہ کے مخرج اور مافی الید کے درمیان تماثل ہو تو مزید کسی ضرب کے عمل کی ضرورت نہیں ہوتی، پہلے مسئلہ کا مخرج ہی دونوں مسئلوں کے سہام کو نکالنے کیلئے کافی ہو جائے گا۔

توافق یا تداخل: اور اگر دوسرے مسئلہ کے مخرج اور مافی الید کے درمیان توافق یا تداخل کی نسبت ہو تو مخرج اور مافی الید دونوں کا وفق نکال کر مخرج کے وفق سے پہلے مسئلہ کے مخرج اور اُس کے تمام سہام کو ضرب دیں گے، ہاں جو وارِث اِنتقال کر گیا ہے اُس کے حصہ کو ضرب نہیں دیں گے اور مافی الید کے وفق سے دوسرے مسئلہ کے تمام سہام کو ضرب دیا جائے گا۔

تباین: اگر دوسرے مسئلہ کے مخرج اور مافی الید کے درمیان تباین کی نسبت ہو تو مخرج اور مافی الید دونوں کا کُل لے کر اسی طرح ضرب کا عمل کریں گے جو توافق اور تداخل

کی نسبت میں بیان ہوا، یعنی مُرِثِ ثانی کے کُل مخرج کو مُورِثِ اعلیٰ کے مخرج اور اُس کے تمام سہام سے ضرب دیں گے سوائے مُورِث ثانی کے حصہ کے، اور مافی الید کے کُل کو مُورِثِ ثانی کے تمام سہام سے ضرب دیں گے۔

پھر مورِثِ ثانی کے بعد جس کا اِنتقال ہوا ہو اُس کو اُس کے تمام حصص ملنے کی جگہوں میں "U" کا نشان لگا کر بند کر دیا جائے گا جس سے اُس کے مرنے کی وضاحت ہو گی، اور اُس کے ترکہ کے کو اُس کے ورثاء میں تقسیم کیا جائے گا اور سابق میں جہاں کہیں اُس کے حصص ہیں اُن سب کو جمع کر کے تیسرے مسئلہ کے بائیں جانب "مفـــــ" کا نشان لگا کر لکھ لیا جائے گا اور حسبِ سابق تیسرے مُورِث کے مخرج اور اُس کے مافی الید کے درمیان نسبت دیکھیں گے اور سابقہ تفصیل کے مطابق ضرب کا عمل کیا جائے گا۔

اِسی طرح بُطون کا یہ سلسلہ چلتا رہے گا اور آخر میں جب سب بطون ختم ہو جائیں تو "الأحیاء" کا ایک لمبا خط کھینچ کر اُس کے نیچے تمام زندہ ورثاء کے نام لکھ دیں گے اور اُن ورثاء کو اوپر کے بطون میں جہاں جہاں کوئی حصہ ملا ہو اُن سب حصص کو جمع کر کے اُس وارِث کے نیچے لکھ لیا جائے گا، اور جو آخری مخرج مورِثِ اعلیٰ کا بنا ہے اُس کو مُناسخہ کے اِس مسئلہ کا "مَبلغ" قرار دیا جائے گا۔

●—☆—☆—☆—●

ساتواں باب: علم الفرائض سے متعلّق اختلافی مسائل

اِس باب میں علم الفرائض سے متعلّق ائمہ کرام کے درمیان جو اختلافی مسائل ہیں، اہلِ علم کے فائدہ کیلئے اُن کو ذکر کیا جارہا ہے۔ واضح رہے کہ یہاں صرف ائمہ کرام کے مسالک نقل کیے گئے ہیں، اُن کے دلائل کیلئے ائمہ کرام کی کتبِ فقہ ملاحظہ کی جاسکتی ہیں۔

پہلا مسئلہ: مانعِ ارث کون سا قتل ہے؟

- امام احمد رحمۃ اللہ علیہ: وہ قتل جس میں قصاص، دیۃ یا کفارہ لازم ہو اُس میں قاتل میراث سے محروم ہوتا ہے۔
- امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ: ہر قسم کے قتل میں قاتل وراثت سے محروم ہوجاتا ہے۔
- امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ: وہ قتل جس میں قصاص یا کفارہ لازم ہو۔
- امام مالک رحمۃ اللہ علیہ: وہ قتل جو عمداً ہو، خواہ مباشرۃً ہو یا سبباً۔(الفقہ الاسلامی:10/7716)

پس مذکورہ بالا اصولوں کے مطابق ائمہ کرام کے درمیان قتل کی اقسام میں مانع ہونے نہ ہونے کی تفصیل یہ ہوگی:

☆ قتل عمد اور شبہِ عمد: اِس میں سب کے نزدیک قاتل میراث سے محروم ہوگا۔

☆ قتلِ خطاء اور شبہِ خطاء: اِس میں امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے علاوہ بقیہ ائمہ قاتل کو میراث سے محروم قرار دیتے ہیں۔

☆ قتل بالسبب: اِس میں امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے علاوہ بقیہ ائمہ قاتل کو میراث سے

محروم قرار دیتے ہیں۔

☆ قتل من غیر المکلّف: اِس میں امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے علاوہ بقیہ ائمہ قاتل کو میراث سے محروم قرار دیتے ہیں۔(اختلاف الائمۃ العلماء لابن ھبیرہ:2/98)

خلاصہ :

امام شافعی و احمد رحمۃ اللہ علیہما: قتل کی کوئی قسم مستثنیٰ نہیں، مطلقاً قاتل میراث سے محروم ہے

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ: صرف قتل خطاء اور شبہِ خطاء مستثنیٰ ہے، باقی تمام قسموں میں قاتل میراث سے محروم ہے۔

امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ: قتل بالسبب، قتل بحق، قتل بعذر، قتل من غیر المکلف میں میراث ساقط نہیں ہوتی، اس کے علاوہ قتل عمد، شبہِ عمد، خطاء، شبہِ خطاء میں قاتل میراث سے محروم ہو گا۔

دوسرا مسئلہ: مسلمان اور کافر کے درمیان وراثت:

اِس پر سب کا اتفاق ہے کہ کافر مسلمان کا وارث نہیں ہوتا، البتہ مسلمان کسی کافر کا وارث ہوتا ہے یا نہیں، اِس میں اختلاف ہے:

- جمہور ائمہ اربعہ رحمۃ اللہ علیہم: مسلمان بھی کافر کا وارث نہیں ہوتا۔
- حضرت معاذ، معاویہ، حسن بصری اور مسروق رحمۃ اللہ علیہم: مسلمان کافر کا وارث ہوتا ہے۔

دوسرے قول کی دلیل:

حدیث میں ہے: ”اَلْإِسْلَامُ يَعْلُو وَلَا يُعْلَى“۔(سنن دار قطنی: 3620)

یعنی اِسلام ایک غالب دین ہے، اُس پر کوئی اور دین غالب نہیں، پس اِسلام کے غالب اور بلند ہونے کا تقاضا یہ ہے کہ کافر تو مسلمان کا وارث نہ ہو لیکن مسلمان کافر کا وارث

ہو جائے۔

پہلے قول کی دلیل:

حدیث میں ہے: ”لَا يَرِثُ الْمُسْلِمُ الكَافِرَ، وَلَا الكَافِرُ الْمُسْلِمَ “۔(ترمذی: 2107)
مسلمان کافر کا اور کافر مسلمان کا وارث نہیں ہوتا۔

اِسی طرح ایک اور حدیث میں ہے: ”لَا يَتَوَارَثُ أَهْلُ مِلَّتَيْنِ “۔(ترمذی:2108)
یعنی دو مختلف ملّت والے ایک دوسرے کے وارث نہیں ہوتے۔

اور پہلے قول کی دلیل کا جواب یہ ہے کہ حدیث میں اِسلام کے بلند ہونے سے مراد وراثت میں بلند ہونا نہیں بلکہ دلائل و حجت کے اعتبار سے بلند ہونا ہے یا آخرت میں بہترین انجام کے اعتبار سے بلند ہونا مراد ہے۔(الشریفیہ:14)(الفقہ الاسلامی:10 / 7719)

تیسرا مسئلہ: مسلمان اور مرتد کے درمیان وراثت:

اِس پر سب کا اتفاق ہے کہ مرتد کسی مسلمان کا وارث نہیں ہوتا، البتہ اِس میں اختلاف ہے کہ مسلمان مرتد کا وارث ہوتا ہے یا نہیں:

☆— احناف رحمۃ اللہ علیہم: مسلمان مرتد کا وارث ہوتا ہے۔

☆— ائمہ ثلاثہ رحمۃ اللہ علیہم: وارث نہیں ہوتا، مرتد کا تمام مال مالِ فَی ہے، بیت المال میں داخل کیا جائے گا۔

پھر حضرات احناف کے درمیان اس بات میں اختلاف ہے کہ ارتداد سے پہلے کا کمایا ہوا مال مسلمان وارث کو ملے گا یا اِرتداد کے بعد کا بھی:

صاحبین رحمۃ اللہ علیہما: تمام مال ملے گا، خواہ ارتداد سے پہلے کمایا ہو یا بعد میں۔

امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ: صرف ارتداد سے پہلے کا مال ملے گا، ارتداد کے بعد کا مال مالِ فَی

ہے، بیت المال میں داخل کیا جائے گا۔

خلاصہ:

☆— امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ: ارتداد سے پہلے کا کمایا ہوا مال مسلمان وارثوں کا ہے اور ارتداد کے بعد کا کمایا ہوا مال "مالِ فَی" کے حکم میں ہے۔

☆— صاحبین رحمۃ اللہ علیہما: تمام مال مسلمان وارثوں کا ہے، خواہ وہ مال ارتداد سے پہلے کا کمایا ہوا ہو یا اِرتداد کے بعد کا۔

☆— ائمہ ثلاثہ رحمۃ اللہ علیہم: تمام مال مالِ فَی کے حکم میں ہے، خواہ وہ مال ارتداد سے پہلے کا کمایا ہوا ہو یا اِرتداد کے بعد کا۔(الفقہ الاسلامی:10 / 7721)

چوتھا مسئلہ: کفار کا آپس میں ایک دوسرے کا وارث ہونا:

اِس پر سب کا اتفاق ہے کہ کفار اگر ملّت کے اعتبار سے متحد ہوں، جیسے صرف یہودی ہوں یا صرف نصاریٰ ہوں یا صرف مجوسی ہوں، تو وہ ایک دوسرے کے وارث ہوں گے، البتہ اگر ملت میں اتحاد نہ ہو تو کیا وہ ایک دوسرے کے وارث ہوں گے یا نہیں، اِس صورت میں ائمہ کرام کا اختلاف ہے:

☆— امام مالک رحمۃ اللہ علیہ: اس صورت میں ایک دوسرے کے وارث نہ ہوں گے۔

☆— ائمہ ثلاثہ رحمۃ اللہ علیہم: وارث ہوں گے۔ لأنّ الكُفرَ مِلّةٌ واحِدَةٌ۔

☆— علّامہ ابن اَبی لیلیٰ رحمۃ اللہ علیہ: یہود و نصاریٰ ایک دوسرے کے وارث ہوں گے، لیکن اُن کے اور مجوسیوں کے درمیان وراثت جاری نہ ہو گی۔

خلاصہ:

اِمام مالک رحمۃ اللہ علیہ: کفار کے درمیان اختلافِ دین کی صورت میں وراثت جاری نہ ہوگی، ہاں جبکہ اُن کا دین متحد ہو تو وراثت جاری ہو جائے گی۔

ائمہ ثلاثہ رحمۃ اللہ علیہم: کفار کے درمیان خواہ دین کا اختلاف ہو یا اتحاد، بہر صورت اُن کے درمیان وراثت کا اِجراء ہو جائے گا۔ لأنّ الکُفرَ ملّۃٌ واحِدَۃٌ۔

علّامہ ابن اَبی لیلیٰ رحمۃ اللہ علیہ: دین کے متحد ہونے کی صورت میں تو وراثت تقسیم ہو گی لیکن دین کے مختلف ہونے کی صورت میں وراثت اُس وقت جاری ہو گی جبکہ مجوسی اور یہود و نصاریٰ کا اختلاف نہ ہو، گویا یہود و نصاریٰ کے درمیان اختلافِ دین کی صورت میں بھی وراثت جاری ہو گی لیکن مجوسی اور یہودی یا مجوسی اور نصاریٰ کے درمیان وراثت کا اِجراء نہ ہو گا۔(الفقہ الاسلامی وادلتہ:10/7719)

پانچواں مسئلہ: میّت کے کون سے دُیون اداء کرنا واجب ہے؟

اِس پر سب کا اتفاق ہے کہ حقوق العِباد سے متعلّق قرضے خواہ دَینِ صحت ہوں یا دَینِ مرض، دونوں کی ادائیگی کرنا لازم ہے، اور ورثاء میت کے ترکہ سے اداء کرنے کے پابند ہیں، البتہ حقوق اللہ سے متعلّق دُیون جیسے نماز و روزے کے فدیے، زکوۃ، کفارہ اور نذور وغیرہ کی ذمّہ داریاں جو کہ باقی رہ گئی ہوں، ان کے بارے میں اختلاف ہے کہ ان کا اداء کرنا ورثاء کے ذمّہ لازم ہے یا نہیں:

☆—احناف رحمۃ اللہ علیہم: اگر میّت نے وصیت کی ہو تو تہائی مال سے اداء کرنا ضروری ہے،

ورنہ لازم نہیں، ہاں! اگر بطیبِ خاطر ورثاء اداء کرنا چاہیں یا تہائی مال سے زیادہ میں وصیّت کو نافذ کرنا چاہیں تو کر سکتے ہیں۔

☆ــــ ائمہ ثلاثہ رحمۃ اللہ علیہم: ورثاء کے ذمّہ میّت کے وہ دُیون جو حقوق اللہ سے متعلّق ہیں اُن کا اداء کرنا بھی لازم ہے، اگرچہ میّت نے وصیت نہ کی ہو۔(الفقہ الاسلامی:10/7731)

چھٹا مسئلہ: مقاسمۃ الجد:

کسی مسئلہ میں دادا اور بھائی بہن جمع ہو جائیں تو میراث کیسے تقسیم ہو گی؟

اِس پر تو سب کا اتفاق ہے کہ جدّ کے ساتھ خیفی بھائی بہن جمع ہو جائیں تو وہ جدّ کی وجہ سے مجحوب ہو جاتے ہیں، اور والد کی طرح دادا بھی اُن کو ساقط کر دیتا ہے، البتہ اگر جدّ کے ساتھ حقیقی یا علّاتی بھائی بہن جمع ہو جائیں تو وہ مجحوب ہوتے ہیں یا وارث، اِس میں ائمّہ کرام کا اختلاف ہے:

☆ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ: حقیقی اور علّاتی بھائی بہن جدّ کی وجہ سے مجحوب ہو جائیں گے۔

☆ ائمہ ثلاثہ وصاحبین رحمۃ اللہ علیہم: مجحوب نہیں ہونگے بلکہ جدّ کے ساتھ وارث ہوں گے۔

پھر اِس کا طریقہ کار کیا ہو گا، اِس میں حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے تین قول ہیں: ایک حضرت علی کرّم اللہ وجہہ کا قول ہے، دوسرا حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا اور تیسرا حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کا قول ہے۔ ائمہ ثلاثہ اور صاحبین رحمۃ اللہ علیہم کا عَمل چونکہ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کے قول پر ہے، اِس لئے ذیل میں صرف اُسی کی تفصیل ذکر کی جارہی ہے، اور اُس کا خلاصہ یہ ہے:

ائمہ ثلاثہ اور صاحبین کے مطابق مقاسمۃ الجد کے طریقے کی تفصیل:

جد کے ساتھ حقیقی یا علّاتی بھائی بہنوں کے آنے کی ابتداءً دو صورتیں ہیں:

(1) جد کے ساتھ صرف حقیقی یا علّاتی بھائی بہن آجائیں، ذوی الفروض میں سے اور کوئی موجود نہ ہو۔

(2) جد کے ساتھ حقیقی یا علّاتی بھائی بہن بھی آئیں اور ذوی الفروض میں سے بھی کوئی موجود ہو۔

مقاسمۃ الجدّ کی پہلی صورت:

اگر جدّ اور حقیقی یا علّاتی بھائی بہنوں کے ساتھ ذوی الفروض میں سے کوئی بھی موجود نہ ہو تو جدّ کو مقاسمہ اور ثلث میں سے جو اُس کے لئے زیادہ بہتر ہو وہ دیا جائے گا۔ اور اس کے لئے مسئلہ کو دو طرح سے حل کیا جائے گا:

(1)— ایک صورت میں جد کو ایک بھائی فرض کرکے میراث تقسیم کی جائے گی۔

(2)— دوسری صورت میں جدّ کو ثلث دے کر بقیہ بھائی بہن کو دیا جائے گا۔

پھر دونوں مسئلوں کا مخرج متحد کرکے، جس صورت میں جدّ کو زیادہ مل رہا ہے اُسی کے مطابق عمل کیا جائے گا۔

مقاسمۃ الجدّ کی دوسری صورت:

اگر جدّ اور حقیقی یا علّاتی بھائی بہنوں کے ساتھ ذوی الفروض میں سے بھی کوئی موجود ہو تو اِس کی چار صورتیں ہیں:

(1)— ذوی الفروض کا حصہ نکالنے کے بعد کُل ترکہ کا سدس سے زیادہ بچے گا۔

(2)—— ذوی الفروض کا حصہ نکالنے کے بعد کُل ترکہ کا سدس بچے گا۔

(3)—— ذوی الفروض کا حصہ نکالنے کے بعد کُل ترکہ کا سدس سے کم بچے گا۔

(4)—— ذوی الفروض کا حصہ نکالنے کے بعد کُل ترکہ کا کچھ بھی نہیں بچے گا۔

اِن چاروں صورتوں کا حکم بالترتیب مندرجہ ذیل ہے:

- اگر سدس سے زیادہ بچے تو جدّ کو مقاسمہ، ثلث الباقی اور سدس جمیع المال میں سے جو افضل صورت ہو اُس کے مطابق حصہ دیا جائے گا۔
- اگر سدس بچے تو جدّ کو سدس دیا جائے گا اور حقیقی یا علاّتی بھائی بہن محروم ہوں گے۔
- اگر سدس سے کم بچے تو جد کو سدس دیکر مخرج میں عولاً اضافہ کیا جائے گا، بھائی بہن محروم ہوں گے، اُنہیں کچھ نہ ملے گا۔
- اگر کچھ بھی نہ بچے تو اِس صورت میں بھی جدّ کو سدس دیکر مخرج کو عولاً بڑھایا جائے گا اور بھائی بہن محروم ہو جائیں گے۔(الفقہ الاسلامی:10 / 7758)(تسہیل الفرائض:113)

ساتواں مسئلہ: باپ کی موجودگی میں جدّہ کی میراث:

باپ کے ہوتے ہوئے جدّہ وارث ہوتی ہے یا نہیں، اِس میں اختلاف ہے:

حضرت عمر، حضرت عبد اللہ بن مسعود، حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہم، حضرت حسن بصری اور حضرت محمد بن سیرین رحمۃ اللہ علیہما کے نزدیک جدّہ وارث ہوتی ہے۔

جمہور فقہاء کرام اور ائمہ اربعہ رحمۃ اللہ علیہم کے نزدیک باپ کے ہوتے ہوئے جدّہ وارث نہیں ہوتی، اور اِسی پر فتویٰ اور عمل ہے۔(تحفۃ الاحوذی:6 / 234)

جدّہ کے احوال میں یہ بات گزر چکی ہے کہ جدّہ خواہ اَبویہ ہو یا اُمویہ، ماں کی موجودگی میں دونوں ساقط ہو جاتی ہیں اور باپ سے صرف اَبویہ ساقط ہوتی ہیں۔ پس اِس اصول

کی رو سے باپ کے ساتھ جدّہ کو میراث نہیں ملے گی، جیسا کہ جمہور کا یہی مسلک ہے۔

پہلے قول کی دلیل:

ترمذی شریف کی روایت میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ایک موقع پر میت کے باپ کے ہوتے ہوئے اُس کی دادی کو سدس دیا تھا، چنانچہ روایت میں ہے:

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے ایک جدّہ کے بارے میں اِرشاد فرمایا:

”إِنَّهَا أَوَّلُ جَدَّةٍ أَطْعَمَهَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سُدُسًا مَعَ ابْنِهَا وَابْنُهَا حَيٌّ“ یہ وہ پہلی جدّہ ہے جس کو نبی کریم ﷺ نے اپنے بیٹے کے ساتھ سدس دیا تھا، حالآنکہ اُس کا بیٹا زندہ تھا۔(ترمذی: 2102)

اِس سے معلوم ہوا کہ باپ کی وجہ سے دادی میراث سے محروم نہیں ہوتی۔

جمہور کی جانب سے حدیث کے جوابات:

حدیث مذکور جمہور کے مسلک کے خلاف ہے، جمہور نے اِس کی کئی توجیہات ذکر کی ہیں جن میں سے چند ایک مندرجہ ذیل ہیں:

(1) ہو سکتا ہے کہ میت کا باپ غلام یا کافر ہو اِس لئے وہ دادی کے لئے حاجب نہیں بنا کیونکہ کافر ہونے کی وجہ سے وہ خود بھی محروم ہوتا ہے اور دوسروں کیلئے حاجب بھی نہیں ہو سکتا ۔(الشریفیہ:34)

(2) یہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ حدیث میں جدّہ کے بیٹے سے مراد میت کا باپ نہیں، بلکہ ماموں مراد ہے اور جدّہ سے مراد نانی ہے۔اور ظاہر ہے کہ ماموں اپنی ماں کے لئے حاجب نہیں بنتا۔(الکوکب الدری:3/103)

(3) حدیث میں ذکر کردہ حکم منسوخ ہے ، یعنی یہ واقعہ ابتداءِ اسلام کا ہے کہ جدّہ کو

میراث دی گئی تھی، بعد میں یہ حکم منسوخ ہوگیا۔(تحفۃ الالمعی:5/440)

(4) نیز اس کو اُس جدّہ کی خصوصیت بھی کہا جاسکتا ہے، یعنی ممکن ہے کہ آپ ﷺ نے بطورِ خاص صرف اُسی جدّہ کیلئے ضابطہ سے ہٹ کر یہ حکم لاگو کیا ہو، ظاہر ہے کہ ایسی صورت میں اُس پر دوسروں کو قیاس نہیں کیا جاسکتا۔

آٹھواں مسئلہ: ذوی الارحام کی میراث:

ذوی الاَرحام سے متعلّق فقہی اختلاف کی وضاحت سے قبل اس کی تعریف ملاحظہ کیجئے:

ذوی الارحام کی تعریف:

”كُلُّ قَرِيبٍ لَيْسَ بِذِي سَهْمٍ وَلَا عَصَبَةٍ وَهُمْ كَالْعَصَبَاتِ مَنْ اِنْفَرَدَ مِنْهُمْ أَخَذَ جَمِيعَ الْمَالِ“ ذوی الارحام ہر اُس رشتہ دار کو کہتے ہیں جس کا کوئی حصہ مقرر نہ ہو اور وہ عصبہ بھی نہ ہو، لیکن عصبات کی طرح اکیلے ہونے کی صورت میں جمیع مال کا مستحق قرار پائے۔(عالمگیری:6/458)

ذوی الارحام کے وارث ہونے میں اختلاف:

ذوی الاَرحام کے وارث ہونے کے بارے میں ائمہ کرام کا اختلاف ہے:

☆— امام ابو حنیفہ و احمد رحمۃ اللہ علیہما: ذوی الارحام بھی وارث ہیں، پس ذوی الفروض اور عصبہ نہ ہونے کی صورت میں ذوی الارحام وارث ہوں گے۔

☆— امام مالک و شافعی رحمۃ اللہ علیہما: ذوی الارحام وارث نہیں، پس ذوی الفروض اور عصبہ نہ ہونے کی صورت میں مال سارا بیت المال میں داخل کیا جائے گا۔(مرقاۃ:5/2022)

نوٹ: متاخرین فقہاءِ مالکیہ و شوافع رحمۃ اللہ علیہم بھی احناف اور حنابلہ رحمۃ اللہ علیہم کے مسلک کے

مطابق ذوی الارحام کے وارث ہونے کے قائل ہوگئے ہیں، لہٰذا اب یہ مسئلہ ائمہ اربعہ کے درمیان متفق علیہ ہے۔(الفقہ الاسلامی:10/7852)

نواں مسئلہ: مولیٰ الموالات کی میراث:

مولیٰ الموالات کی وراثت میں اختلاف کو سمجھنے سے قبل اِس کا مفہوم اور تعارف ذکر کیا جارہاہے، اسے ملاحظہ کیجئے، تاکہ اصل مسئلہ کو آسانی سے سمجھا جاسکے:

عقدِ موالات کی تعریف :

موالات لغت میں ”دوستی کرنے“ کو کہاجاتاہے اور اصطلاح میں یہ ایک مخصوص عقد کانام ہے جو دو شخصوں کے درمیان ایک دوسرے کی جنایت کا بار اُٹھانے اور مرنے کے بعد میراث کا مستحق ہونے کے کے سلسلے میں کیاجاتاہے۔

اور اِس کی صورت یہ ہوتی ہے کہ جس شخص کا دنیا میں کوئی والی وارث نہ ہو وہ دوسرے سے یوں کہے کہ آپ میرے مولیٰ بن جائیں، میں آپ کو اپنا وارث بناتا ہوں، میری وفات کے بعد آپ میرے مال کے مستحق ہوں گے، لیکن زندگی میں اگر مجھ سے کوئی دیت لازم کرنے والا کام سرزد ہوجائے تو آپ کو میری دیت اداء کرنی ہوگی، اور دوسرا شخص اِس مُعاہدہ کو قبول کرلے۔یہ ”عقد مُوالات“ کہلاتاہے، اور قبول کرنے والے کو ”مولیٰ الموالات“ کہتے ہیں۔(تحفۃ الالمعی:5/449)

عقدِ موالات کی اقسام:

پھر اِس کی دو قسمیں ہیں:

(1) مُوالات من الجانبین۔ (2) مُوالات من جانب واحدٍ۔

دونوں جانب سے یہ عقد ہو تو پہلی قسم ہے، اِس صورت میں دونوں ایک دوسرے کے

مولیٰ الموالات کہلائیں گے، یعنی زندگی میں ایک دوسرے کے ذمہ دار ہوں گے اور مرنے کے بعد ایک دوسرے کے وارث ہوں گے۔ اور اگر ایک ہی جانب سے یہ عقد ہو تو یہ مُوالات کی دوسری قسم ہے، پس اِس صورت میں صرف قبول کرنے والا مولیٰ الموالات ہو گا۔(تحفۃ الالمعی:5/449)

عقدِ موالات کی شرائط:

مُوالات کے عقد کے صحیح ہونے کیلئے مندرجہ ذیل شرائط ہیں:

(1)— موالات کرنے والا آزاد، عاقل اور بالغ ہو۔

(2)— عربی نہ ہو اور کسی عربی کا آزاد کیا ہوا نہ ہو۔

(3)— کسی دوسرے کا مولیٰ العتاقہ نہ ہو۔

(4)— کسی دوسرے شخص سے عقدِ موالات نہ کیا ہو، اگر کیا ہو تو اُس دوسرے شخص نے دیت اداء نہ کی ہو، اِس لئے کہ تاوان اداء کرنے کے بعد معاہدہ توڑنا جائز نہیں۔

(5)— بیت المال سے اُس کی دیت اداء نہ کی گئی ہو۔

(6)— عقد میں دیت اور وراثت کی صراحت ہو۔(طرازی، شرح سراجی:45)

مولیٰ الموالات کی میراث میں ائمہ کرام کا اختلاف:

مولیٰ الموالات وارث ہے یا نہیں، اِس میں اختلاف ہے:

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ: مولیٰ الموالات وارث ہو گا، پس ذوی الفروض، عصبہ اور ذوی الارحام نہ ہونے کی صورت میں مولیٰ الموالات کو وراثت ملے گی۔

حضرات ائمہ ثلاثہ رحمۃ اللہ علیہم: مولیٰ الموالات وارث نہیں، پس ذوی الفروض، عصبہ اور

ذوی الارحام نہ ہونے کی صورت میں مرحوم کا مال بیت المال میں داخل کر دیا جائے گا، مولیٰ الموالات کو نہیں دیں گے۔(الفقہ الاسلامی:10/ 7875)

دسواں مسئلہ:ردّ علی ذوی الفروض کا مسئلہ :

ذوی الفروض کو اُن کے حصص دینے کے بعد اگر مال بچ جائے اور اُن کا لینے والا عصبات میں سے کوئی نہ ہو تو اُس کا کیا کیا جائے گا، اِس میں اختلاف ہے:

☆— احناف اور حنابلہ رحمۃ اللہ علیہم: ذوی الفروض کو دوبارہ اُن کے حصص کے بقدر واپس لوٹا یا جائے گا۔

☆— شوافع اور مالکیہ رحمۃ اللہ علیہم: ذوی الفروض کو دوبارہ نہیں دیں گے، بلکہ بیت المال میں جمع کرایا جائے گا۔

خلاصہ یہ ہے کہ ائمہ کرام میں سے احناف و حنابلہ ردّ کی مشروعیت کے قائل ہیں جبکہ مالکیہ اور شوافع اس کے قائل نہیں۔

نوٹ: متاخرین فقہاءِ مالکیہ و شوافع بھی احناف اور حنابلہ کے مسلک کے مطابق ذوی الفروض پر دوبارہ ردّ کرنے کے قائل ہوگے ہیں، لہٰذا اب یہ مسئلہ ائمہ اربعہ کے درمیان متفق علیہ ہے۔(الفقہ الاسلامی:10/ 7825)

گیارہواں مسئلہ: حمل کی وراثت:

اِس میں بنیادی طور پر تین اختلافی مسائل کی وضاحت مندرجہ ذیل ہے:

پہلا مسئلہ: مدّتِ حمل:

اِس پر سب کا اتفاق ہے کہ حمل کی کم از کم مدّت چھ مہینہ ہے، اس سے کم مدّت میں پیدا ہونے والے بچے کا نسب ثابت نہیں ہوتا، البتہ اکثرِ مدّتِ حمل میں اختلاف ہے:

☆—احناف رحمۃ اللہ علیہم: زیادہ سے زیادہ حمل کی مدّت دو سال ہے۔

☆—ائمہ ثلاثہ رحمۃ اللہ علیہم: زیادہ سے زیادہ حمل کی مدّت چار سال ہے۔

☆—امام زھری رحمۃ اللہ علیہ: زیادہ سے زیادہ حمل کی مدّت سات سال ہے۔

☆—لیث بن سعد رحمۃ اللہ علیہ: اکثر حمل کی مدّت تین سال ہے۔(الشریفیہ مع الہامش:130)

دوسرا مسئلہ: حمل کی موجودگی میں ترکہ کی تقسیم:

حمل بھی وارث ہوتا ہے اور اُس کے وارث ہونے کے لئے صحیح فیصلہ اُس کی ولادت کے بعد کیا جاسکتا ہے، کیونکہ وضع حمل سے قبل یہ معلوم نہیں ہوتا کہ وہ ایک ہے یا ایک سے زائد، پھر لڑکا ہے یا لڑکی۔ ظاہر ہے کہ ہر صورت میں خود اُس حمل اور دیگر ورثاء کے حصہ میں فرق پڑتا ہے، لہٰذا اولیٰ تو یہی ہے کہ وضعِ حمل یعنی ولادت ہونے تک انتظار کرلیا جائے تاکہ ولادت کے بعد جو صورتحال سامنے آئے اُسی کے مطابق ترکہ کی تقسیم واقع ہو۔ لیکن ولادت کا انتظار کرنا کیا ضروری ہے اور وضع حمل سے پہلے وراثت تقسیم کی جاسکتی ہے یا نہیں، اِس میں اختلاف ہے:

☆—امام مالک رحمۃ اللہ علیہ: ولادت سے قبل وراثت تقسیم نہیں کی جاسکتی، تقسیم کو موقوف رکھنا ضروری ہے اور ولادت کے بعد ترکہ تقسیم ہوگا۔

☆—امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ: تقسیم کی جاسکتی ہے لیکن صرف اُسی وارث کو دے سکتے ہیں جس کے حصے میں حمل کے احوال میں تغیّر سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔

☆—احناف و حنابلہ رحمۃ اللہ علیہم: ولادت سے قبل تمام ورثاء میں وراثت تقسیم کرسکتے ہیں تاکہ ورثاء کو انتظار کی زحمت کا سامنا نہ کرنا پڑے، البتہ ورثاء سے اِس بات کی ضمانت و کفالت لی جائے گی کہ بچہ کی ولادت کے بعد ورثاء کے حصص میں جو کمی بیشی واقع ہوگی

اُسے پورا کیا جائے گا۔(الفقہ الاسلامی:10/7884)(الشریفیہ:131)

تیسرا مسئلہ: حمل کی کتنی تعداد کو مقدّر مانا جائے گا:

یعنی اگر وضعِ حمل سے قبل وراثت کی تقسیم کی جائے تو حمل کی تعداد کتنی مقدّر مانی جائے گی، اِس میں اختلاف ہے:

☆— امام مالک رحمۃ اللہ علیہ: وراثت تقسیم نہیں کی جائے گی، جیسا کہ ما قبل گذرا۔

☆— امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ: حمل کی تعداد میں چار عدد بنین یا چار بنات مقدّر مانیں گے۔

☆— امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ: حمل کی تعداد میں دو عدد بنین یا بنات مقدر مانیں گے

☆— امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ: اِس میں کوئی ضابطہ نہیں ہے، لہٰذا کوئی فیصلہ نہیں کیا جا سکتا۔

☆— امام محمد و حسن بصری رحمۃ اللہ علیہما: حمل کی تعداد میں دو عدد بنین یا دو بنات مقدر مان کر تقسیم کی جائے گی۔

☆— امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ: حمل کی تعداد میں ایک عدد لڑکا یا ایک عدد لڑکی کو مقدر مانا جائے گا، دونوں میں جس صورت میں بھی حمل کا زیادہ حصہ بنتا ہو، اُسی کے مطابق وراثت تقسیم کی جائے گی۔(الفقہ الاسلامی:10/7884)(الشریفیہ:131)

بارہواں مسئلہ: خنثیٰ مشکل کی میراث:

خنثیٰ اُسے کہتے ہیں جس کے اندر مرد اور عورت دونوں کی علامتیں ہوں یا دونوں ہی نہ ہوں۔(الدر المختار:6/727)

پھر اگر مرد ہونا راجح ہو جائے تو اُسے خنثیٰ مذکر کہا جائے گا اور اُسے مرد ہونے کے اعتبار سے وراثت ملے گی اور اگر عورت ہونا راجح ہو جائے تو اُسے خنثیٰ مؤنث کہا جائے گا اور اُسے عورت ہونے کے اعتبار سے وراثت ملے گی۔(عالمگیری:6/457)

اور اگر کوئی پہلو واضح اور راجح نہ ہو تو اُسے "خنثیٰ مشکل" کہتے ہیں، اور اس کو وراثت کس اعتبار سے ملے گی، اِس میں ائمہ کا اختلاف ہے، جس کی تفصیل یہ ہے:

خنثیٰ مُشکل کی وراثت اور اُس کی صورتیں:

وراثت کے اعتبار سے خنثیٰ مشکل کی بنیادی طور پر تین صورتیں بنتی ہیں:

(1) **عدمِ تفارق**: یعنی خنثیٰ کو مرد یا عورت ماننے کی صورت میں ترکہ کے حصہ میں کوئی فرق نہ ہو، اور دونوں ہی صورتوں میں یکساں حصہ ملے۔

(2) **وجدان و حرمان کا فرق**: یعنی خنثیٰ کو مرد یا عورت ماننے کے اعتبار سے محروم اور وارث ہونے کا فرق ہو، یعنی ایک صورت میں وارث اور دوسری میں وارِث نہ ہو۔

(3) **اقل اکثر کا فرق**: یعنی خنثیٰ کو مرد یا عورت ماننے کے اعتبار سے کم یا زیادہ حصہ ملنے کا فرق ہو، یعنی ایک صورت میں کم اور دوسری صورت میں زیادہ حصہ ملتا ہو۔

پہلی صورت: جبکہ مرد یا عورت کا اعتبار کرنے میں کوئی فرق نہ ہو:

یعنی خنثیٰ کو خواہ مرد تصوّر کریں یا عورت، دونوں ہی صورتوں میں یکساں وراثت ملتی ہو اِس صورت میں بغیر کسی اشکال کے بالاتفاق ترکہ تقسیم کردیں گے، کیونکہ دونوں صورتوں میں ترکہ کے حصہ میں کوئی فرق نہیں ہے۔

دوسری صورت: جبکہ وجدان و حرمان کا فرق ہو:

یعنی خنثیٰ کو مرد یا عورت میں سے کسی ایک کے تصوّر کرنے سے وراثت ملتی ہو اور دوسری صورت میں نہ ملتی ہو، اِس کو وجدان و حرمان کا فرق کہا جاتا ہے، اِس صورت میں اُس کی وراثت کا کیا حکم ہے، اِس بارے میں ائمہ کا اختلاف ہے:

امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ: کچھ نہیں ملے گا، اِس لئے کہ اُسے اسوء الحالَین (یعنی دو حالتوں میں جو کمتر ہو وہ) ملتا ہے اور اِس صورت میں جبکہ معاملہ وجدان اور حرمان کے درمیان دائر ہے، اُس کے لئے اسوء الحالَین یہی ہے کہ اُسے کچھ نہ دیا جائے۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ: ورثاء کو اَقل حصہ ملے گا اور خنثیٰ کے حصہ کو موقوف رکھیں گے جب تک کہ اُس کے مرد یا عورت ہونے کا معاملہ راجح نہ ہو جائے۔

امام مالک واحمد رحمۃ اللہ علیہ: خنثیٰ کے وارث ہونے کی صورت میں جو حصہ بنتا ہے اُس کا نصف دیا جائے گا۔

تیسری صورت: جبکہ ترکہ ملنے میں اقل واکثر کا فرق ہو:

یعنی خنثیٰ کو مرد و عورت میں سے کسی ایک صورت کے اندر زیادہ وراثت ملتی ہو اور دوسری صورت میں کم ملتی ہو، اِس صورت میں بھی ائمہ کرام کا اختلاف ہے:

☆ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ: خنثیٰ کو اسوء الحالَین (دو حالتوں میں سے کمتر) اور ورثاء کو احسن النصیبَین (دو حصوں میں سے اچھے حصہ) کے اعتبار سے وراثت ملے گی۔

☆ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ: خنثیٰ کو مرد اور عورت دونوں کے اعتبار سے آدھا آدھا حصہ ملے گا

☆ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ: خنثیٰ اور دیگر ورثاء کو اقلّ النصیبین (دو حصوں میں کم حصہ) دے کر باقی کو موقوف رکھیں گے جب تک کہ اُس کا معاملہ واضح نہ ہو جائے یا ورثاء اور خنثیٰ آپس میں کسی بات پر صلح نہ کرلیں۔

☆ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ: اگر مستقبل میں مرد یا عورت ہونے کا معاملہ راجح ہونے کی امید ہو تو امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے مسلک کے مطابق خنثیٰ اور ورثاء کو اَقل حصہ دے کر معاملہ کو موقوف رکھا جائے گا۔ اور اگر مستقبل میں خنثیٰ کے مرد یا عورت ہونے کا معاملہ راجح

ہونے کی امید نہ ہو تو امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے مسلک کے مطابق خنثیٰ کو مرد اور عورت دونوں کے اعتبار سے آدھا آدھا حصہ ملے گا۔(الفقہ الاسلامی:10 / 7900۔تا۔7903)

وارثوں کا ایک ساتھ مَرنا:

اگر دو یا دو سے زیادہ وارث ایک ساتھ مَر جائیں اور اُن کی موت کے تقدّم اور تأخّر کا علم نہ ہو، یعنی یہ معلوم نہ ہو کہ کون پہلے اور کون بعد میں مرا ہے، مثلاً کسی حادثہ میں ایک ساتھ کئی افراد جو ایک دوسرے کے شرعی وارث ہوں، انتقال کر جائیں تو اُن کے درمیان وراثت کِس طرح تقسیم ہوتی ہے، اِس میں اختلاف ہے:

حنابلہ رحمۃ اللہ علیہم: وہ سب ایک دوسرے کے ذاتی ترکہ میں وارث ہوں گے لیکن ہر ایک کو دوسرے سے جو مال وراثت میں ملے گا اُس میں ایک دوسرے کے وارث نہ ہوں گے

ائمہ ثلاثہ رحمۃ اللہ علیہم: اُن میں سے کوئی ایک دوسرے کا وارث نہیں ہو گا، اُن سب کی وفات کو ایک ہی وقت پر محمول کیا جائے گا، پس وراثت تقسیم کرتے ہوئے ہر ایک کے ورثاء کی فہرست میں دوسرے کو شامل نہیں کیا جائے گا۔(الفقہ الاسلامی:10 / 7903)

●—☆—☆—☆—●

آٹھواں باب: وَصیّت کے احکام و مَسائل

اِس باب میں وصیّت سے متعلّق احکام و مسائل ذکر کیے جائیں گے:

وصیت کا معنی:

"وَصَایَا" جمع ہے "وَصِیَّۃٌ" کی، جیسے "ھَدَایَا" جمع ہے "ھَدِیَّۃٌ" کی۔

لغت میں "وَصِیَّۃٌ" کے معنی ملانے کے آتے ہیں، اور کیونکہ انسان اپنی زندگی کے جمع کردہ مال کو موت کے بعد کے ساتھ ملاتا ہے اِس لئے اس کو وصیت کہتے ہیں۔

وصیت کا ایک معنی "نصیحت اور تاکید کرنے" کے بھی آتے ہیں، جیسا کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے اِرشاد فرمایاہے:

﴿وَلَقَدْ وَصَّيْنَا الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَإِيَّاكُمْ أَنِ اتَّقُوا اللَّهَ﴾

ترجمہ: اور ہم نے تم سے پہلے اہلِ کتاب کو بھی اور تمہیں بھی یہی تاکید کی ہے کہ اللہ سے ڈرو۔(آسان ترجمہ قرآن، نساء:131)(مرقاۃ:5/2035)(انتہاب المنن:3/129)

وصیت کی تعریف:

"تَمْلِيكٌ مُضَافٌ إلَى مَا بَعْدَ الْمَوْتِ يَعْنِي بِطَرِيقِ التَّبَرُّعِ سَوَاءٌ كَانَ عَيْنًا أَوْ مَنْفَعَةً" وصیت نام ہے اس بات کا کہ بطور احسان اور تبرّع کے کسی کو مرنے کے بعد اپنے مال کے عین یا اُس کی منفعت یعنی نفع کا مالک بنادینا۔(عالمگیری:6/90)

وصیت کرنے کا حکم:

وصیت کرنے کا حکم یکساں نہیں رہتا بلکہ اِس میں احوال کے اعتبار سے فرق پڑتا ہے چنانچہ مختلف احوال کے اعتبار سے وصیّت کی چار صورتیں ذکر کی گئی ہیں:

(1)—واجب وصیّت۔ (2)— مستحب وصیّت۔

(3)—جائز وصیّت۔ (4)— مکروہ اور ناجائز وصیّت۔

ذیل میں اِن چاروں کی تفصیل ملاحظہ فرمائیں:

(1)واجب وصیّت:

واجب وصیّت اُسے کہتے ہیں جس کا کرنا لازم اور ضروری ہو، اور نہ کرنے کی صورت میں گناہ ہوتا ہے۔ اور یہ اُس وقت واجب ہوتا ہے جبکہ اللہ تعالیٰ یا اُس کے بندوں کے حقوق میں سے کسی کا حق ذمہ میں لازم ہو۔

بندوں کے حقوق: جیسے: کسی کا قرض لیا ہو، کسی کی امانت رکھی ہو تو اُس کی وصیّت کر کے رکھنا تاکہ قرض اور اَمانت وغیرہ ضائع نہ ہو جائے، یہ واجب ہے۔

اللہ تعالیٰ کے حقوق: جیسے: نماز اور روزوں کی قضاء لازم ہو تو فدیہ کی وصیّت کرنا، زکوۃ اداء کرنا باقی ہو تو اُس کی ادائیگی کی وصیّت کرنا، یا حج فرض ہو جانے کے بعد زندگی میں اداء نہ کیا جاسکا ہو تو اُس کیلئے حج بدل کی وصیّت کرنا یہ سب واجب ہے۔

(2)مستحب وصیّت:

مستحب وصیّت اُسے کہتے ہیں جس کا کرنا افضل اور بہتر ہے، اور اِنسان کو ایسی وصیّت بھی کر کے رکھنا چاہیئے۔ اور اِس کی کئی صورتیں ہیں، چند صورتیں ملاحظہ کیجئے:

(1) اِنسان کو چاہیئے کہ اپنے ورثاء کیلئے یہ وصیّت لکھ کر رکھے کہ میرے مرنے کے بعد سنّت کے مطابق میری تجہیز و تکفین اور تدفین کی جائے اور اُس میں کوئی بھی غیر شرعی اور بدعات ورسم و رَواج کا کام نہ کیا جائے۔

(2) یہ وصیّت کرنی چاہیئے کہ میرے مرنے بعد بے صبری، گلہ شکوہ اور نوحہ اور بین کرنے سے قطعاً گریز کیا جائے اور صبر و تحمل کا مُظاہرہ کرتے ہوئے اللہ کے فیصلہ پر راضی رہا جائے۔

(3) میری تجہیز و تکفین اور تدفین وغیرہ کے معاملات جلدی نمٹائے جائیں اور بلاضرورت اُس میں تاخیر کا ارتکاب نہ کیا جائے۔

(4) عورت ہو تو اُسے چاہیئے کہ یہ وصیّت کرے کہ میرے مرنے کے بعد غیر محرم کو میرا چہرہ نہ دکھایا جائے اور پردہ کا اہتمام کرتے ہوئے میری تدفین کی جائے۔

(5) یہ وصیّت بھی کرنی چاہیئے کہ میرے مرنے کے بعد تیجہ، چالیسواں، برسی جیسی تمام بدعت کی رسموں کو ہرگز نہ کیا جائے، راستے بلاک کرکے لوگوں کو تکلیف اور مشقت میں نہ ڈالا جائے۔

(6) وصیّت میں اپنے ورثاء کو توحید پر قائم رہنے اور نماز وغیرہ کی تاکید و تلقین بھی کرنی چاہیئے، اور اُنہیں اللہ کی نافرمانیوں کے تمام کاموں سے بچنے اور تقویٰ کے ساتھ زندگی گزارنے کی وصیّت کرنی چاہیئے۔ یہ انبیاء علیہم الصلوۃ و السلام کا طریقہ ہے، قرآن کریم میں سورۃ البقرۃ میں حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت یعقوب علیہ السلام کی اپنے بیٹوں کو وصیّت کرنے کا تذکرہ کرتے ہوئے یہی بیان کیا گیا ہے۔ (البقرۃ: 133،132)

(7) ورثاء کو یہ بھی وصیّت کردینی چاہیئے کہ وراثت کو تقسیم کرنے کیلئے شرعی طریقہ کار اپنایا جائے اور ایک دوسرے کے حق کو غصب کرنے اور اُس میں کسی بھی قسم کی کمی کرنے سے بچا جائے، بہتر ہے کہ اِس سلسلے میں کسی مستند عالمِ دین کا تعیّن کردیا جائے اور بچوں کو وراثت کے سلسلے میں اُن کے پاس جانے کی تلقین کردی جائے۔

(8) ورثاء اگر پہلے سے غنی یعنی مالدار ہیں یا ترکہ اِتنا زیادہ ہے کہ وہ ترکہ ملنے کے بعد غنی ہو جائیں گے تو بہتر ہے کہ کسی دینی مصرف میں اپنے مال کے ایک ثلث سے کم کم میں وصیت کر دی جائے تاکہ مرنے کے بعد صدقہ جاریہ کی شکل قائم ہو جائے۔

(9) اپنے رشتہ داروں میں کوئی ایسا رشتہ دار جو شرعی طور پر وراثت کا مستحق نہ ہو تو اُس کیلئے ایک تہائی سے کم کم مال کی وصیت کرنا تاکہ اُسے بھی ترکہ میں کچھ مل جائے یہ بھی بہتر ہے، بالخصوص جبکہ وہ مستحق بھی ہو۔ جیسے دادا کی وراثت میں یتیم پوتے کا شرعی حق نہیں ہے جبکہ دادا کے بیٹے یعنی اُس پوتے کے چچا موجود ہوں، تو ایسی صورت میں دادا کو اپنے اُس یتیم پوتے کیلئے وصیّت کر دینی چاہیئے۔

(10) کسی غیر وارث کے لئے ایک تہائی مال تک کی وصیّت کرنا جائز ہوتا ہے لیکن فقہاء نے لکھا ہے کہ ایک تہائی مال سے کچھ کم مال کی وصیّت کرنی چاہیئے کیونکہ حدیث میں آپ ﷺ نے تہائی مال کی وصیّت کی اِجازت دیتے ہوئے بھی اُسے کثیر قرار دیا ہے، لہٰذا اُس سے کچھ کم ہی کی وصیّت کرنی چاہیئے۔

(3) جائز وصیّت:

جائز وصیّت اُسے کہتے ہیں جس کا کرنا یا نہ کرنا ضروری اور لازم نہ ہو اور اُسے بہتر بھی قرار نہ دیا گیا ہو۔ مثلاً: کوئی وارث نہ ہو تو اپنے تمام مال کی وصیت کر دینا، اپنے تجہیز تکفین کے لئے ایسے تمام کاموں کی وصیت کرنا جو شرعاً ممنوع اور مکروہ نہ ہوں، مثلاً: یہ وصیت کرنا کہ فلاں جگہ دفن کرنا، یا فلاں شخص سے نماز جنازہ پڑھوانا وغیرہ۔

(4)مکروہ اور ناجائز وصیّت:

مکروہ یا ناجائز وصیّت اُسے کہتے ہیں جس کے کرنے کو شریعت نے جائز اور درست قرار نہ دیا ہو اور اس کو مکروہ اور ناپسندیدہ وصیّت بھی کہتے ہیں کیونکہ ایسی وصیّت کو شریعت نے پسند نہیں کیا، جیسے: کوئی شخص اپنے مرنے کے بعد کسی خلافِ سنّت کام کی وصیّت کرے، کہ میرا تیجہ، چہلم اور برسی کا اہتمام کرنا، یا نوحہ کرنا، یا کسی گناہ کے کام کیلئے مال دینے کی وصیّت کرنا، یا کسی فاسق و فاجر شخص کو مال دینے کی وصیّت کرنا وغیرہ، یہ سب مکروہ اور ناجائز وصیّتیں ہیں جن سے اجتناب کرنا چاہیئے۔(مفید الوارثین مع اِضافات :63)

وصیت کے جواز کی شرطیں:

وصیّت کے جائز ہونے کیلئے مندرجہ ذیل شرائط ہیں:

(1)مُوصِی عاقل و بالغ اور آزاد ہو۔

یعنی وصیت کرنے والا عاقل، بالغ اور آزاد ہونا چاہیئے۔ چنانچہ کسی مجنون و پاگل شخص، نابالغ بچہ اور غلام کی وصیت درست نہ ہوگی۔

(2)مُوصِی کے ذمّہ دینِ مُستغرق نہ ہو۔

دَینِ مُستَغرق اُس دَین کو کہتے ہیں جو تمام ترکہ پر حاوی ہو یعنی اِس قدر زیادہ قرض ہو کہ تمام ترکہ قرض اداء کرنے میں لگ جائے۔ وصیّت کے جواز کیلئے یہ شرط ہے کہ مُوصِی کے ذمّہ ایسا دَینِ مستغرَق نہیں ہونا چاہیئے، کیونکہ اِس حالت میں وصیت نافذ نہ ہوگی، اِس لئے کہ دَین کی ادائیگی وصیت کے نفاذ پر مقدّم ہے اور جب دیون کی ادائیگی کے بعد مال بچے گا ہی نہیں تو وصیّت کیسے نافذ ہوگی۔

(3) مُوصٰی لہٗ کا وصیّت کے وقت زندہ ہونا۔

یعنی جس کے لئے وصیت کی جارہی ہو وہ وصیت کے وقت زندہ ہو، چنانچہ کسی مردہ کیلئے وصیّت نہیں کی جاسکتی۔

نوٹ: واضح رہے کہ جس کیلئے وصیّت کی جارہی ہے اُس کا وصیت کے وقت تو زندہ ہونا شرط ہے، لیکن موصِی (وصیّت کرنے والے) کی وفات کے وقت زندہ ہونا شرط نہیں، پس اگر مُوصٰی لہٗ موصِی کی وفات سے پہلے ہی مر جائے تب بھی وصیت نافذ ہو گی اور مالِ مُوصٰی بہٖ اُس کے ورثاء کو ملے گا۔

(4) موصٰی لہٗ مالِ وصیّت کو لینے کے قابل ہو۔

یعنی جس کے لئے وصیت کی جارہی ہے وہ وصیت کردہ مال کو لینے کے قابل ہو، چنانچہ اگر کسی جانور کے لئے وصیت کی جائے تو وہ نافذ نہ ہو گی اِس لئے کہ اُس میں مال کو لینے اور اُس کا مالک بننے کی صلاحیت موجود نہیں۔

(5) مالِ مُوصیٰ بِہٖ عین یا منفعت کے اعتبار سے قابلِ تملیک ہو۔

یعنی جس چیز کی وصیت کی جارہی ہے وہ اِس قابل ہو کہ اُس کے عین یا نفع کا کسی کو مالک بنایا جاسکے۔ عَین کی تملیک یہ ہے کہ جیسے کسی کو گھر دیدینا اور منفعت کی تملیک یہ ہے کہ جیسے کسی کو مفت میں رہنے کے لئے مکان دیدینا۔ پس اگر کوئی شخص کسی کیلئے ایسے مال کی وصیّت کردے جو اُس کی ملکیت ہی میں نہ ہو تو وہ اُس وصیت کا اعتبار نہ ہو گا کیونکہ جو مال اپنی ملکیت ہی میں نہیں اُس کا کسی اور کو مالک کیسے بنایا جاسکتا ہے۔

(6)مالِ موصیٰ بہٖ وصیّت کے وقت موجود ہو۔

یعنی جس چیز کی وصیت کی جارہی ہے وہ شیئ وصیت کے وقت موجود ہونی چاہیئے، چنانچہ جس چیز کا وصیت کے وقت بالکل وجود ہی نہ ہو اُس کی وصیت درست نہ ہوگی۔

(7)موصٰی لہٗ مُوصی کا وارِث نہ ہو۔

یعنی جس کے لئے وصیت کی جارہی ہے وہ وصیت کرنے والے کا وارث نہ ہو، اِس لئے کہ وارِث کیلئے وصیّت دسرت نہیں ہوتی۔

نوٹ: واضح رہے کہ وارث ہونے نہ ہونے کا اعتبار وصیت کے وقت میں نہیں، بلکہ موصی کی وفات کے وقت کیا جائے گا، پس اگر کوئی شخص زندگی میں تو وارِث تھا اور اُس کیلئے مورِث نے وصیت کردی تھی لیکن مورِث کے مرنے سے پہلے پہلے وہ وارِث نہ رہا ہو تو اُس کیلئے وصیت نافذ العمل ہوجائے گی اِس لئے کہ موصی کی وفات کے وقت وہ وارِث نہ رہا۔ اِسی طرح اگر وصیت کرنے کے وقت کوئی وارِث نہ ہو لیکن موصی کی وفات کے وقت وارِث ہوگیا ہو تو اُس کیلئے وصیت نافذ نہ ہوگی۔ گویا وارِث ہونے نہ ہونے میں اصل اعتبار موصی کی وفات کا ہے نہ کہ وصیت کے وقت کا۔

(9)زائد علی الثلث کی وصیت نہ ہو۔

یعنی کل مال کے ایک تہائی سے زائد مال کی وصیت نہ ہو، کیونکہ شرعاً مال کے ایک تہائی کے اندر وصیت کرنے کی اِجازت دی گئی ہے، اِس سے زائد مال کی وصیت ورثاء کی اِجازت پر موقوف ہوتی ہے، چنانچہ اگر ایک تہائی مال سے زیادہ کی وصیت کی گئی ہو تو صرف مال کے ایک تہائی حصہ میں وصیت نافذ ہوگی اور اِس سے زائد مال کی وصیت

کالعدم ہو جائے گی، ہاں! اگر ورثاء دلی رضامندی کے ساتھ اِجازت دیں تو تہائی سے زائد مال میں بھی وصیت کو نافذ کیا جاسکتا ہے۔(مفید الوارثین:60)

(10) مُوصِی راضی اور مختار ہو۔

یعنی وصیت کرنے والا اپنے قصد و اِرادے اور دِلی رضامندی کے ساتھ وصیّت کرے، اِس لئے کہ وصیّت در اصل "اِیجابِ مالک" یعنی اپنی ملکیت کو کسی کیلئے ثابت کرنا ہے اور اِس کیلئے طِیبِ خاطر اور دِلی رضامندی شرط ہوتی ہے، چنانچہ ہازل، مُکرَہ اور مُخطی کی وصیت معتبر نہ ہوگی، یعنی مذاق میں وصیّت کرنے یا کسی کے زور و زبردستی اور جبر و اِکراہ سے وصیّت کر دینے یا غلطی سے وصیت کے الفاظ کے نکل جانے سے وصیّت کا اعتبار نہ ہوگا۔(الفقہ الاسلامی:10/7461)

وصیت کی اہمیت و فضیلت:

وصیّت کی اہمیت و فضیلت پر مشتمل چند احادیثِ طیّبہ مندرجہ ذیل ہیں:

حضرت جابر بن عبد اللہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا یہ اِرشاد نقل فرماتے ہیں:

"مَنْ مَاتَ عَلَى وَصِيَّةٍ مَاتَ عَلَى سَبِيلٍ وَسُنَّةٍ، وَمَاتَ عَلَى تُقًى وَشَهَادَةٍ، وَمَاتَ مَغْفُورًا لَهُ" جو شخص وصیت کر کے دنیا سے جائے وہ راہِ ہدایت اور سنت کے موافق اور پرہیز گاری و شہادت کے ساتھ مرتا ہے اور اس حالت میں مرتا ہے کہ (اللہ کی جانب سے) اُس کی بخشش ہو چکی ہوتی ہے۔(ابن ماجہ: 2701)

ایک اور حدیث میں ہے، اللہ کے رسول صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے اِرشاد فرمایا:

"مَنْ حَضَرَتْهُ الْوَفَاةُ فَأَوْصَى فَكَانَتْ وَصِيَّتُهُ عَلَى كِتَابِ اللَّهِ كَانَتْ كَفَّارَةً لِمَا تَرَكَ مِنْ زَكَاتِهِ فِي حَيَاتِهِ" جس کی وفات کا وقت قریب ہو اور اُس نے کتاب

اللہ کے مطابق وصیت کی تو یہ وصیت اُس کے لئے زندگی میں رہ جانے والی زکوۃ کے لئے کفّارہ بن جائے گی۔(ابن ماجہ: 2705)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ اِرشاد نقل فرماتے ہیں:

”إِنَّ الرَّجُلَ لَيَعْمَلُ بِعَمَلِ أَهْلِ الشَّرِّ سَبْعِينَ سَنَةً فَيَعْدِلُ فِي وَصِيَّتِهِ، فَيُخْتَمُ لَهُ بِخَيْرِ عَمَلِهِ فَيَدْخُلُ الْجَنَّةَ“

بیشک (بعض اوقات) کوئی شخص ستر سال تک بُرے لوگوں کے کام کرتا رہتا ہے، پھر وصیت میں عدل و انصاف سے کام لیتا ہے، جس کے نتیجے میں اُس کا اچھے عمل پر خاتمہ ہوتا ہے اور وہ (اس کی برکت سے) جنت میں چلا جاتا ہے۔(ابن ماجہ: 2704)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ہی کی ایک اور روایت میں ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اِرشاد فرمایا:

”إِنَّ اللَّهَ تَصَدَّقَ عَلَيْكُمْ عِنْدَ وَفَاتِكُمْ، بِثُلُثِ أَمْوَالِكُمْ، زِيَادَةً لَكُمْ فِي أَعْمَالِكُمْ“ اللہ تعالیٰ نے تمہاری وفات کے وقت تم پر تہائی مال کا صدقہ فرمایا ہے تاکہ تم اپنے اعمالِ خیر میں اضافہ کر سکو۔(ابن ماجہ: 2709)

حدیث قدسی میں ہے کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

”يَا ابْنَ آدَمَ ! اثْنَتَانِ لَمْ تَكُنْ لَكَ وَاحِدَةٌ مِنْهُمَا، جَعَلْتُ لَكَ نَصِيبًا مِنْ مَالِكَ حِينَ أَخَذْتُ بِكَظَمِكَ لِأُطَهِّرَكَ بِهِ وَأُزَكِّيكَ وَصَلَاةُ عِبَادِي عَلَيْكَ بَعْدَ انْقِضَاءِ أَجَلِكَ“ اے ابن آدم! دو چیزیں ایسی ہیں جن میں تیرا کوئی حق نہ تھا: ایک یہ کہ جب میں نے تمہارا سانس روکا (یعنی موت دی) تو تمہارے مال میں ایک (تہائی) حصہ تمہارے اختیار میں دیدیا تاکہ میں تمہیں اس کے ذریعہ پاک اور صاف کر دوں، دوسری چیز یہ کہ تمہاری عمر پوری ہونے (یعنی مرنے) کے بعد میرے بندے

تمہاری نمازِ جنازہ پڑھتے ہیں۔(ابن ماجہ: 2710)

وصیت کی تاکید:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ اِرشاد نقل فرماتے ہیں: ”الْمَحْرُومُ مَنْ حُرِمَ وَصِيَّتَهُ“ وہ شخص محروم ہے جو وصیت نہ کر سکے۔(ابن ماجہ: 2700)

یعنی جبکہ اُس کے پاس ایسی کوئی چیز ہو جس کے بارے میں وصیت کرنا ضروری تھا، جیسے لوگوں کے قرضے، امانت یا اور کوئی حق جو اللہ تعالیٰ یا اُس کے بندوں میں سے کسی کا لازم ہو اور وہ اُس کی وصیّت نہ کر سکے تو وہ بڑا ہی محروم ہے۔

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ اِرشاد نقل فرماتے ہیں:

”مَا حَقُّ امْرِئٍ مُسْلِمٍ يَبِيتُ لَيْلَتَيْنِ وَلَهُ شَيْءٌ يُوصِي بِهِ إِلَّا وَوَصِيَّتُهُ مَكْتُوبَةٌ عِنْدَهُ“کسی مسلمان کے لئے یہ جائز نہیں کہ وہ دو راتیں بھی اِس حالت میں گزار دے کہ اس کی وصیت اُس کے پاس لکھی ہوئی نہ ہو، جبکہ اُس کے پاس ایسی کوئی چیز ہو جس کے بارے میں وصیت کرنا ضروری ہے۔(ابن ماجہ: 2699)

ایک روایت میں تین راتوں کا تذکرہ ہے، چنانچہ اِرشاد فرمایا:

”مَا حَقُّ امْرِئٍ مُسْلِمٍ لَهُ شَيْءٌ يُوصِي فِيهِ يَبِيتُ ثَلَاثَ لَيَالٍ إِلَّا وَوَصِيَّتُهُ مَكْتُوبَةٌ عِنْدَهُ“یعنی کسی مسلمان کیلئے یہ جائز نہیں کہ وہ تین راتیں بھی اِس حالت میں گزار دے کہ اس کی وصیت اُس کے پاس لکھی ہوئی نہ ہو جبکہ اُس کے پاس ایسی کوئی چیز ہو جس کے بارے میں وصیت کرنا ضروری ہے۔(سنن بیہقی: 12590)

وصیت میں ورثاء کو نقصان پہنچانے کی وعیدیں:

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد نقل فرماتے ہیں:

”الْإِضْرَارُ فِي الْوَصِيَّةِ مِنَ الْكَبَائِرِ“ وصیت میں کسی کو ضرر پہنچانا کبیرہ گناہوں میں سے ہے۔(سنن کبریٰ بیہقی:12586)

حضرت انس رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا یہ اِرشاد نقل فرماتے ہیں: ”مَنْ فَرَّ مِنْ مِيرَاثِ وَارِثِهِ، قَطَعَ اللَّهُ مِيرَاثَهُ مِنَ الْجَنَّةِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ“ جو اپنے وارث کی میراث سے فرار اختیار کرے (یعنی اُسے میراث سے محروم کردے) تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن جنت سے اُس کی میراث منقطع کردیں گے۔(ابن ماجہ:2703)

حضرت ابوہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا یہ اِرشاد نقل فرماتے ہیں:

”إِنَّ الرَّجُلَ لَيَعْمَلُ بِعَمَلِ أَهْلِ الْخَيْرِ سَبْعِينَ سَنَةً، فَإِذَا أَوْصَى حَافَ فِي وَصِيَّتِهِ، فَيُخْتَمُ لَهُ بِشَرِّ عَمَلِهِ فَيَدْخُلُ النَّارَ“

بیشک (بعض اوقات) کوئی شخص ستر سال تک اچھے لوگوں کے کام کرتا رہتا ہے، پھر جب وصیت کرتا ہے تو اُس میں ظلم کر بیٹھتا ہے، جس کے نتیجے میں اُس کا بُرے عمل پر خاتمہ ہوتا ہے اور وہ جہنم میں چلا جاتا ہے۔(ابن ماجہ:2704)

اِسی طرح کی ایک اور روایت میں ہے، حضرت ابوہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا یہ اِرشاد نقل فرماتے ہیں: ”إِنَّ الرَّجُلَ لَيَعْمَلُ وَالمَرْأَةُ بِطَاعَةِ اللَّهِ سِتِّينَ سَنَةً ثُمَّ يَحْضُرُهُمَا المَوْتُ فَيُضَارَّانِ فِي الوَصِيَّةِ فَتَجِبُ لَهُمَا النَّارُ“ بیشک کوئی شخص اور اس کی بیوی اللہ کی اِطاعت میں ساٹھ سال تک عمل کرتے رہتے ہیں پھر اُن دونوں کی موت کا وقت آجاتا ہے اور وہ وصیّت کرنے میں کسی کو نقصان پہنچا دیتے ہیں اور

(اس کے نتیجے میں)اُن کیلئے جہنم کی آگ لازم ہو جاتی ہے۔(ترمذی: 2117)

حضرت سعد بن وقاص رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ کی ایک روایت میں ہے، نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے اِرشاد فرمایا:

”إِنَّكَ إِنْ تَذَرْ وَرَثَتَكَ أَغْنِيَاءَ خَيْرٌ مِنْ أَنْ تَذَرَهُمْ عَالَةً يَتَكَفَّفُونَ النَّاسَ“ بیشک تم اپنے ورثاء کو غنی (یعنی مالدار) ہونے کی حالت میں چھوڑو، یہ اس سے زیادہ بہتر ہے کہ تم اُنہیں اِس حالت میں چھوڑو کہ وہ محتاج و مُفلس ہو کر لوگوں کے سامنے ہاتھ پھیلاتے پھریں۔(ترمذی: 2116)

نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے عہد میں کسی شخص کا انتقال ہو گیا، اُس نے ترکہ میں صرف چھ غلام چھوڑے تھے، جنہیں اُس نے مرنے سے پہلے مرض الوفات میں آزاد کر دیا(یعنی ورثاء کے لئے کچھ نہ چھوڑا) اُس کے ورثاء نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور یہ معاملہ ذکر کیا، آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”لَوْ عَلِمْنَا ,مَا صَلَّيْنَا عَلَيْهِ“ اگر ہمیں پہلے معلوم ہوتا تو ہم اُس کی نمازِ جنازہ بھی نہیں پڑھتے۔(سنن بیہقی:21398)

ایک روایت میں ہے آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے اِرشاد فرمایا: ”لَوْ شَهِدْتُهُ قَبْلَ أَنْ يُدْفَنَ لَمْ يُدْفَنْ فِي مَقَابِرِ الْمُسْلِمِينَ“ اگر میں اُس کے دفن ہونے سے پہلے حاضر ہو جاتا تو وہ مسلمانوں کے قبرستان میں دفن نہیں کیا جاتا۔(ابوداؤد: 3960)

پھر آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے اُن چھ غلاموں کو بلوایا اور اُن کے درمیان قرعہ اندازی کی اور پھر دو کو آزاد کر دیا(کیونکہ چھ میں دو غلام تہائی مال ہیں) اور بقیہ چار کو غلامی کی حالت میں

واپس لوٹا دیا۔(سنن بیہقی:21398)

کیا وصیت میں بلوغ کی شرط ہے؟

یعنی وصیت کرنے والے کیلئے بالغ ہونا شرط ہے یا نہیں، اِس کی تفصیل یہ ہے:

اِس پر سب کا اتفاق ہے کہ صبیِ غیر ممیّز کی وصیت معتبر نہیں، البتہ کیا اُس کا بالغ ہونا شرط ہے یا نہیں، اِس میں اختلاف ہے:

☆— حضرات مالکیہ اور حنابلہ رحمۃ اللہ علیہم: وصیت کرنے والے کیلئے بلوغ شرط نہیں، ممیّز ہونا شرط ہے، جو عموماً دس سال کی عمر میں ہوتا ہے۔

☆— حضرات احناف و شوافع رحمۃ اللہ علیہم: وصیت کرنے والے کیلئے بالغ ہونا شرط ہے، پس کسی نابالغ کی وصیت شرعاً معتبر اور درست نہ ہوگی۔(الفقہ الاسلامی:10/7459)

کیا قاتل کے لئے وصیت ہو سکتی ہے؟

یعنی کوئی شخص خود اپنے قتل کرنے والے کیلئے وصیت کرے تو یہ درست ہے یا نہیں، اِس کی تفصیل یہ ہے کہ اِس کی ابتداءً دو صورتیں ہیں:

(1) ضربِ قتل لگنے سے پہلے زندگی میں ہی وصیت کی ہو۔

(2)ضربِ قتل لگنے کے بعد مرنے سے قبل وصیت کی ہو۔

☆احناف رحمۃ اللہ علیہم: دونوں صورتوں میں قاتل کیلئے وصیت درست نہیں، اِس لئے کہ اُس نے ایک ایسی چیز میں عُجلت اور جلد بازی سے کام لیا ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے مؤخر کیا تھا، پس وہ وصیت سے بھی ایسے ہی محروم ہوجائے گا جیسے میراث سے محروم ہے۔

☆ائمہ ثلاثہ رحمۃ اللہ علیہم: دونوں صورتوں میں وصیت نافذ العمل ہوجائے گی۔

پھر احناف کے درمیان اِس میں اختلاف ہے کہ اگر ورثاء خود دلی رضامندی کے ساتھ اجازت دیں تو قاتل کے لئے وصیت نافذ ہوگی یا نہیں:

☆امام ابویوسف رحمۃ اللہ علیہ: ورثاء اگر اجازت دیں تب بھی جائز نہیں، اِس لئے کہ جو مانع ہے یعنی قتل کی جنایت وہ ورثاء کی اِجازت کے باوجود باقی ہے۔

☆حضرات طرفین رحمۃ اللہ علیہما: ورثاء اگر بطیبِ خاطر اور دلی رضامندی کے ساتھ اِجازت دیدیں تو قاتل کیلئے وصیت کو نافذ کرنا جائز ہے، اِس لئے کہ نفاذ سے روکنے والی چیز ورثاء کا حق تھا جس کو اُنہوں نے خود اِجازت دیکر ختم کردیا ہے۔(البنایۃ:13/397)

وارث کیلئے وصیت کرنا:

وارث کیلئے وصیت کی جاسکتی ہے یا نہیں، اِس میں اختلاف ہے:

زیدیہ، امامیہ، اوراسماعیلیہ: وارث کیلئے وصیت جائز ہے، اِس لئے کہ اللہ تعالیٰ کا اِرشاد ہے:﴿كُتِبَ عَلَيْكُمْ إِذَا حَضَرَ أَحَدَكُمُ الْمَوْتُ إِنْ تَرَكَ خَيْرًا الْوَصِيَّةُ لِلْوَالِدَيْنِ وَالْأَقْرَبِينَ بِالْمَعْرُوفِ حَقًّا عَلَى الْمُتَّقِينَ﴾۔(البقرۃ:180)

آیتِ مذکورہ میں والدین اور قریبی رشتہ داروں کیلئے وصیّت کو لازم کیا گیا ہے، اور اگرچہ اب وصیّت کا واجب ہونا تو منسوخ ہوچکا ہے، تاہم اُس کے وجوب کے منسوخ ہونے سے جواز کا منسوخ ہونا لازم نہیں آتا، لہٰذا ورثاء کے لئے وصیت جائز ہے۔

جمہور اہلِ سنت و الجماعت: وارث کے لئے وصیت جائز نہیں۔ جیسا کہ حدیث میں صراحۃً اِس کی مُمانعت کی گئی ہے:"لَا وَصِيَّةَ لِوَارِثٍ" وارِث کیلئے وصیت نہیں۔

پھر جمہور کے درمیان اِس میں اختلاف ہے کہ کیا ورثاء کی اجازت سے وارث کے لئے وصیت نافذ ہوسکتی ہے یا نہیں:

☆—امام مالک رحمۃ اللہ علیہ و اہلِ ظاہر: ورثاء کی اجازت سے بھی یہ وصیت نافذ نہیں ہوسکتی، ہاں اگر ورثاء اپنی جانب سے وہ مال دینا چاہیں تو یہ اُن کی جانب سے عطیہ دینا کہلائے گا، موصی کی جانب سے وصیت نہ ہوگی۔

☆—ائمہ ثلاثہ رحمۃ اللہ علیہم: ورثاء کی اجازت سے درست ہے اور یہ موصی کی ہی جانب سے دینا کہلائے گا۔(الفقہ الاسلامی:10/7476۔7477۔7478)

تہائی مال سے زیادہ کی وصیت کرنا:

اِس پر سب کا اتفاق ہے کہ تہائی مال سے زیادہ کی وصیت باطل ہے، البتہ کیا ورثاء کی اجازت سے یہ وصیت نافذ ہوسکتی ہے یا نہیں، اِس میں اختلاف ہے:

☆—امام مالک رحمۃ اللہ علیہ: ورثاء اجازت بھی دیں تو نافذ نہیں ہوسکتی۔ہاں کوئی وارث اپنی جانب سے دینا چاہے تو دے سکتا ہے اور یہ اُسی کی جانب سے دینا کہلائے گا، میت کی طرف سے وصیت کا نفاذ نہ ہوگا۔

☆—ائمہ ثلاثہ رحمۃ اللہ علیہم: ورثاء کی اجازت سے جائز ہے۔

پھر ائمہ ثلاثہ کے درمیان اختلاف ہے کہ میت کا اگر کوئی وارث ہی نہ ہو تو تہائی سے زائد میں وصیت نافذ ہوگی یا نہیں:

☆—احناف رحمۃ اللہ علیہم: نافذ ہوگی، اِس لئے کہ تہائی سے زائد میں وصیّت کو نافذ کرنے سے کوئی مانع نہیں، لہٰذا وصیت کو پورا کیا جاسکتا ہے۔

☆—شوافع و حنابلہ رحمۃ اللہ علیہم: نافذ نہیں ہوگی، اِس لئے کہ تہائی سے زائد میں وصیت کے نافذ ہونے کیلئے کسی مُجیز (یعنی اجازت دینے والے) کا ہونا ضروری ہے، اور وہ ہے نہیں، اِس لئے تہائی سے زائد میں وصیت نافذ نہ ہوگی۔(الفقہ الاسلامی:10/7488)

نفاذِ وصیت میں اجازت کی شرائط:

جن صورتوں میں وصیت ورثاء کی اجازت پر موقوف ہوتی ہے، جیسے: وارث کیلئے، قاتل کیلئے یا اجنبی کے لئے تہائی سے زائد مال کی وصیت کرنا، اس میں ورثاء کی اجازت ضروری ہوتی ہے، البتہ ورثاء کی اِجازت میں مندرجہ ذیل شرائط کا پایا جانا ضروری ہے ورنہ اُس اِجازت کا اعتبار نہیں ہوتا۔ اور وہ شرائط یہ ہیں:

(1)— تمام ورثاء راضی ہوں۔ (2)— تمام ورثاء بالغ ہوں۔

(3)— تمام ورثاء عاقل ہوں۔ (4)— دلی طور پر راضی ہوں۔

(5)— بعد الوفات اجازت ہو۔

اَب اِن کی تفصیل ملاحظہ فرمائیں۔

پہلی شرط: تمام ورثاء راضی ہوں:

پس اگر بعض راضی ہوں اور بعض نہ ہوں تو صرف راضی ہونے والوں کے مال میں اُن کے حصہ کے بقدر وصیت نافذ ہوگی۔(الدر المختار:6/656)

دوسری شرط: تمام ورثاء بالغ ہوں:

پس اگر کچھ ورثاء بالغ اور کچھ نابالغ ہوں تو نابالغ ورثاء کی اِجازت کا اعتبار نہ ہوگا، صرف بالغوں کے مال میں اُن کے حصہ کے بقدر وصیّت نافذ ہوگی۔(الدر المختار:6/656)

تیسری شرط: تمام ورثاء عاقل ہوں:

پس اگر کوئی وارث مجنون ہو تو اُس کی اجازت کا اعتبار نہیں۔(الدر المختار:6/656)

چوتھی شرط: دلی طور پر راضی ہوں:

پس مروّت میں زبانی طور پر محض رسمی اجازت دینے کا اعتبار نہ ہو گا۔ حدیث میں ہے: ''لَا يَحِلُّ مَالُ امْرِئٍ مُسْلِمٍ إِلَّا بِطِيبِ نَفْسِهِ'' کسی مسلمان کا مال اُس کی دلی رضامندی کے بغیر حلال نہیں۔ (دارقطنی: 2885)

پانچویں شرط: بعد الوفات اجازت ہو:

یعنی مُوصی کے مرنے کے بعد ورثاء اجازت دیں، زندگی میں ورثاء کی اجازت دینے کا اعتبار نہیں ہو گا۔ (الدر المختار: 6/651)

وصیت کو باطل کرنے کے اسباب:

یعنی وہ اسباب جن کے پائے جانے سے وصیت باطل ہو جاتی ہے اور ان کے بعد وصیت کو نافذ کرنا درست نہیں ہوتا۔

(1)— مُوصِی کے اندر اہلیت کا ختم ہو جانا۔

(2)— موصی یا موصیٰ لہٗ کا مرتد ہو جانا۔

(3)— معلّق بالشرط وصیت میں شرط کا نہ پایا جانا۔

(4)— وصیت سے رجوع کر لینا۔

(5)— موصیٰ لہٗ کا وصیت کو موصی کے انتقال کے بعد ردّ کر دینا۔

(6)— موصیٰ لہٗ اگر معیّن ہو تو اُس کا موصی سے قبل مر جانا۔

(7)— موصیٰ لہٗ کا موصی کو قتل کر دینا۔

(8)— مالِ موصیٰ بہٖ اگر معیّن ہو تو اُس کا ہلاک ہو جانا۔

(9)— مالِ موصیٰ بہٖ میں استحقاق نکل جانا۔

اب اِن اَسباب کی تفصیل ملاحظہ فرمائیں:

پہلا سبب: مُوصِی کے اندر اہلیت کا ختم ہو جانا:

جیسے وصیت کرنے والا مجنون اور پاگل ہو جائے، تو چونکہ وہ اب وصیت کا اہل نہیں رہا اِس لئے اُس کی وصیت باطل ہو جائے گی۔ لیکن اِس جنون سے وصیت اُس وقت باطل ہو گی جب وہ جنون جنونِ مطبق ہو یعنی چھ مہینہ سے زیادہ رہے، ورنہ وصیت باطل نہیں ہو گی۔(الدر المختار:6/663)

دوسرا سبب: مُوصی یا مُوصٰی لہٗ کا مرتد ہو جانا:

موصی اگر مرتد ہو جائے تو اُس کی وصیت باطل ہو جاتی ہے، اِس لئے کہ اُس کا مال موقوف ہو جاتا ہے، لہٰذا اُس میں وصیت نافذ نہیں ہو گی، ہاں اگر وہ موت سے قبل اسلام لے آئے تو وصیت نافذ ہو جائے گی۔(عالمگیری:6/132)

اِسی طرح موصیٰ لہٗ یعنی جس کیلئے وصیت کی گئی ہے وہ بھی اگر مرتد ہو جائے تب بھی وصیت باطل ہو جاتی ہے، اِس لئے کہ کسی مسلمان کے لئے جائز نہیں ہے کہ وہ مرتد کے لئے وصیت کرے۔(عالمگیری:6/92)

تیسرا سبب: معلّق بالشرط وصیت میں شرط کا نہ پایا جانا:

مثلاً کسی نے یوں کہا تھا کہ میں اگر اِس بیماری میں مر جاؤں تو فلاں کے لئے اِس قدر مال کی وصیت ہے اور پھر اُس بیماری میں انتقال نہیں ہوا تو وصیت باطل ہو جائے گی، اِس لئے کہ شرط نہیں پائی گئی۔(عالمگیری:6/133)

چوتھا سبب: وصیت سے رجوع کرلینا۔

یعنی وصیت کرنے والا کا اپنی وصیت سے خود رجوع کرلینا، خواہ صراحۃً ہو، جیسے صاف منع کردینا، یا دلالۃً، جیسے کوئی ایسا کام کرنا جس سے وصیت سے رجوع کرنا معلوم ہوتا ہو، جیسے مالِ موصیٰ بہٖ کو فروخت کردینا، ہلاک کردینا، یا اُس میں کوئی ایسی زیادتی کردینا جو قابلِ انفکاک نہ ہو یعنی اُسے مالِ موصیٰ بہٖ سے الگ نہیں کیا جاسکتا ہو، ظاہر ہے کہ یہ سب کام ایسے ہیں جن سے دلالۃً یہ معلوم ہوتا ہے کہ مُوصی اپنی وصیت کا مال دینا نہیں چاہتا، لہٰذا وصیت کالعدم ہوجائے گی۔(الدر المختار:6/658)

پانچواں سبب: موصیٰ لہٗ کا وصیت کو مُوصی کے انتقال کے بعد ردّ کردینا:

زندگی میں ردّ کرنے کا اعتبار نہیں، پس موصی کی زندگی میں اگرچہ ردّ کردیا ہو لیکن مرنے کے بعد اگر قبول کرلیا تو وہ وصیت نافذ ہوجائے گی۔(الدر المختار:6/657)

چھٹا سبب: موصیٰ لہٗ اگر معیّن ہو تو اُس کا موصی سے قبل مرجانا:

یعنی اگر کسی شخص معیّن کیلئے وصیّت کی گئی ہو اور وہ شخص معیّن مرجائے تو وصیّت ختم ہوجائے گی۔ ہاں اگر کسی غیر معیّن کیلئے وصیّت ہو، مثلاً علی غیر التّعیین یوں کہا جائے کہ فلاں کے بیٹوں کے لئے وصیت ہے تو موصی کے انتقال کے وقت فلاں شخص کے جتنے بیٹے زندہ ہوں گے اُن کو حسبِ وصیّت مال مل جائے گا اور جو بیٹے وصیّت کے بعد انتقال کرچکے ہوں گے اُن کی وجہ سے وصیّت کالعدم نہیں ہوگی۔(رد المحتار:6/649)

ساتواں سبب: موصی لہٗ کا موصی کو قتل کر دینا:

یعنی اگر وہ شخص جس کیلئے وصیّت کی گئی ہو وہ اپنے مُوصِی کو قتل کر ڈالے تو وصیّت کالعدم ہو جائے گی، اِس لئے کہ قاتِل کے لئے وصیت درست نہیں، اور اگر زندگی میں قتل سے پہلے وصیّت کی ہو تو قتل کے بعد وہ کالعدم ہو جاتی ہے۔ ہاں اگر ورثاء طیبِ خاطر کے ساتھ اجازت دے دیں تو صحیح ہے۔(ردالمحتار:6/655)

آٹھواں سبب: مالِ موصی بہٖ اگر معیّن ہو تو اُس کا ہلاک ہو جانا:

یعنی اگر وہ مال جس کو دینے کی وصیّت کی گئی ہے اگر معیّن ہو اور ہلاک ہو جائے تو وصیّت کالعدم ہو جاتی ہے اس لئے کہ وصیّت کو پورا کرنے کا محل باقی نہ رہا، ہاں! اگر وہ مال غیر معیّن ہو، مثلاً کسی نے اپنا تہائی مال دینے کی وصیّت کی ہو اور کچھ مال ہلاک ہو جائے تو وصیّت ختم نہ ہوگی، اِس لئے کہ جو مال ہلاک ہو گیا اُس کے بعد بقیہ مال کا تہائی وصیّت میں دینا ہوگا۔(الفقہ الاسلامی:10/7558)

نواں سبب: مالِ موصی بہٖ میں استحقاق نکل جانا:

یعنی مالِ موصیٰ بہٖ میں کوئی مستحق نکل آیا اور اُس نے ملکیت کا دعویٰ کر دیا تو وصیت باطل ہو جائے گی، خواہ استحقاق مُوصِی کی موت سے پہلے نکلے یا بعد میں، اِس لئے کہ استحقاق نکلنے سے یہ بات ثابت ہو گئی ہے کہ وصیت ایسی چیز میں کی گئی ہے جس میں موصی کی ملکیت ہی نہ تھی۔(الفقہ الاسلامی:10/7558)

موصی کا قبل الموت مجنون ہو جانا:

یعنی اگر کوئی عقل و حواس کی حالت میں وصیت کرے اور پھر مرنے سے قبل مجنون ہو جائے تو کیا اُس کی وصیت نافذ ہوتی ہے یا باطل، اِس کی تفصیل سے پہلے یہ سمجھئے کہ جنون کی دو قسمیں ہیں:

(1) جنونِ مطبق، جو چھ مہینہ سے متجاوز ہو۔

(2) جنونِ غیر مطبق، جو چھ مہینہ سے کم ہو۔

اِس پر تو سب کا اتفاق ہے کہ جنونِ غیر مطبق یعنی وہ جنون جو چھ مہینہ سے کم ہو، اُس سے وصیت باطل نہیں ہوتی، البتہ جنونِ مطبق جس میں چھ مہینہ سے زیادہ جنون ہوتا ہے اس سے وصیت باطل ہوتی ہے یا نہیں، اِس میں اختلاف ہے:

☆—امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ: وصیّت باطل ہو جائے گی، اگرچہ چھ مہینے سے زیادہ مجنون رہنے کے بعد وفات سے قبل صحیح بھی ہو جائے، اِس لئے کہ جنونِ مطبق وصیت کو باطل کر دیتا ہے۔

☆—ائمہ ثلاثہ رحمۃ اللہ علیہم: وصیت باطل نہ ہو گی، اِس لئے کہ وصیت کے وقت وہ اہلیت رکھتا تھا اور نفاذِ وصیت کے لئے یہی کافی ہے۔(الفقہ الاسلامی:10/7554)